281

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴

اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ ۔ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

تار کا پتہ: الفضل لاہور

نمبر (۵۲۵۴)

رجسٹرڈ ایل

جلسہ نمبر

الفضل لاہور

پاکستان

ٹیلیفون نمبر ۲۹۷۹

ایڈیٹر:- روشن دین تنویر بی۔اے۔ایل۔ایل۔بی

The DAILY ALFAZL LAHORE

فی پرچہ ۶/

نمبر ۲۹۷

جلد ۳۹/۵

۲۶ فتح ۱۳۳۰ ہش

۲۶ دسمبر ۱۹۵۱ء

وَاٰوَيْنٰهُمَاۤ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ
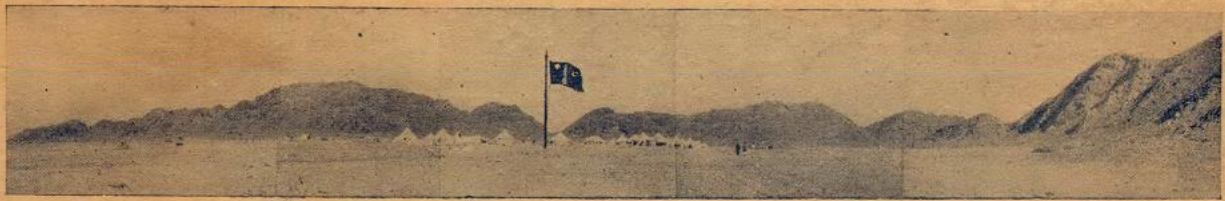
ربوہ کا آغاز

مسعود احمد پرنٹر و پبلشر نے پاکستان ٹائمز پریس میں طبع کرا کر ۳ میکلیگن روڈ لاہور سے شائع کیا۔

حضرت میرزا غلام احمد قادیانی

مسیح موعود مہدئی مسعود علیہ الصلواۃ والسلام بانی سلسلۂ عالیہ احمدیہ

ا ۔ ح ۔ میم ۔ دال مے خوانم   نام آں نامدار مے بینم

روزنامہ الفضل لاہور

ربوہ دار الہجرۃ

والذین ھاجروا فی اللّٰہ من بعد ما ظلموا لنبوئنھم فی الدنیا حسنۃ ولاجر الآخرۃ اکبر لو کانوا یعلمون الذین صبروا وعلیٰ ربھم یتوکلون۔

ترجمہ۔ اور وہ لوگ جنہوں نے بعد اس کے کہ ان پر ظلم کیا گیا اللہ تعالےٰ کی راہ میں ہجرت کی۔ ضرور ہم ان کو آبادی کے لئے دنیا میں ہی اچھی جگہ دیں گے اور اس کے علاوہ جو اجر ان کو آخرت میں ملے گا وہ اس سے بھی بڑا ہوگا۔ کاش وہ جان لیتے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے صبر کیا۔ اور اللہ تعالےٰ پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

قرآن کریم کی مندرجہ بالا آیات میں ان لوگوں کے لئے جو اللہ تعالےٰ کے دین کی خاطر اپنے وطن کو اس لئے ترک کرنے پر مجبور ہوتے ہیں کہ ان کے اہل وطن دین کی وجہ سے ان پر ظلم وستم کرتے تھے۔ بڑے اجر کی خوشخبری دی گئی ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی حکمت کے ماتحت انبیاء علیہم السلام اور ان کی جماعتوں کے ساتھ ہجرت کو بھی ضروری اور خاص کیا ہوا ہے۔

ہمارے سامنے سیدنا خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کی جماعت کی ہجرت کے واقعات روز روشن کی طرح چمک رہے ہیں جب غریب اہل ایمان پر کفار کے ظلم وستم حد سے گزر گئے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالےٰ کے اشارہ سے انہیں حبشہ میں ہجرت کی ہدایت فرمائی۔ چنانچہ آپ کے فدایان میں سے ایک بڑی جماعت جو اس وقت معرض وجود میں آچکی تھی حبشہ میں ہجرت کر کے چلی گئی:

کفار مکہ کا ان ستم زدگان پر ظلم وستم توڑنا ان کے لئے کچھ ایسا دلپذیر شغل بن گیا ہوا تھا کہ انہیں ان غریبوں کی ہجرت بھی پسند نہ آئی۔ اور حبشہ تک ان کا پیچھا کیا۔ اور حبشہ کے بادشاہ کو ان کے خلاف بھڑکانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ چونکہ ہجرت اللہ تعالےٰ کی رضا سے کی گئی تھی اللہ تعالےٰ نے حبشہ کے بادشاہ کے دل میں مہاجرین کی محبت ڈال دی۔ اور انہیں کفار کے حوالہ کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ اور وہ نامراد و ناکام ہو کر واپس آ گئے۔

اس میں اللہ تعالےٰ کی صاف حکمت جھلکتی ہے

جنگ بدر میں سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا میں فرمایا تھا۔ اللہ تعالےٰ کا نام لینے والا دنیا میں کوئی نہ رہتا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دن رات ایک کر کے یہ چند فدایان اسلام جمع کئے تھے۔ اگر وہی نہ رہتے تو پھر اللہ تعالےٰ کی وہ رضا جس کے لئے اس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تھا کس طرح پوری ہوتی۔ اللہ تعالےٰ چاہتا تھا کہ یہ مخلصوں کی پہلی جماعت جو اس کے حبیب نے ایک ایک کر کے اکٹھی کی تھی۔ اور جن کے دلوں میں دین کا شعلہ ابھی پوری گرمیوں اور طاقتوں کے ساتھ بھڑک اٹھا تھا باقی رہے

اور بہت چھوٹی سی جماعت اتنے بڑے کافر قریش سرداروں کا کس طرح مقابلہ کرسکتی تھی۔ اہل ایمان کی اس ننھی سی جماعت کو مٹا دینا ان کے لئے نہایت آسان تھا۔ یعنی اگر یہ جماعت مٹ جاتی تو جیسا کہ

کیونکہ اس نے انہیں سے وہ عظیم الشان کام لینا تھا جو مقدر تھا۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے انہیں کفار کے ہاتھ سے مامون ومصئون کر دیا۔ اور انہیں ایسے دیس میں لے گیا۔ جہاں ان کو آسودگی اور تمکن حاصل ہوا۔

حبشہ کی ہجرت ہمارے لئے بہت سے سبق اپنے اندر رکھتی ہے۔ مہاجرین نے مکہ مکرمہ کو یونہی نہیں چھوڑا تھا۔ ان کے دل بھی وادی بطحا کے ذرے ذرے سے بندھے ہوئے تھے۔ اسے چھوڑنے کا دکھ انہیں کم نہیں تھا۔ پھر جہاں انہیں ہجرت کرنا تھی وہاں عیسائیوں کی حکمرانی تھی۔ کفار مکہ بھی مسلمانوں پر

حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی توہین کا ہی الزام لگاتے تھے۔ چنانچہ کفار نے اس حربہ کا پورا پورا استعمال کیا۔ اگرچہ وہ ناکام ہوئے۔ لیکن انہوں نے اپنی طرف سے کوئی کسر نہ چھوڑی

پھر اس ہجرت سے ایک اور بھی عظیم الشان سبق ملتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ مومن جس حکومت کے زیر سایہ امن سے رہ سکے۔ اس کے ساتھ پوری پوری وفاداری برتے۔ خاص کر جس حکومت نے اس کو پناہ دی ہو۔ اور دشمنوں سے محفوظ کیا ہو۔ یہی نہیں کہ اس کے ساتھ موتہ کی وفاداری کی جائے۔ بلکہ اس ملک کی حفاظت کے لئے

اپنی خدمات پیش کرنا ھل جزاء الاحسان الا الاحسان کے مطابق ایمان کا ہی جزو ہے

چنانچہ مولانا شبلی اپنی شہرۂ آفاق تصنیف سیرۃ النبی میں فرماتے ہیں۔

"اسی اثنا میں کسی دشمن نے نجاشی کے ملک پر حملہ کیا۔ نجاشی اس کے مقابلہ کے لئے خود گیا۔ صحابہؓ نے مشورہ کیا کہ ہم میں سے ایک شخص جائے اور خبر بھیجتا رہے کہ اگر ضرورت ہو تو ہم بھی نجاشی کی مدد کے لئے آئیں حضرت زبیرؓ اگرچہ سب سے زیادہ کمسن تھے۔ لیکن انہوں نے اس خدمت کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا۔ مشک کے سہارے دریائے نیل تیر کر رزمگاہ میں پہونچے۔ ادھر صحابہؓ نجاشی کی فتح کے لئے خدا سے دعائیں مانگ رہے تھے۔ چند روز کے بعد حضرت زبیرؓ واپس آئے۔ اور خوشخبری سنائی۔ کہ نجاشی کو خدا نے فتح دی۔"

(سیرۃ النبی حصہ اول طبع پنجم ۲۳۹ تا ۲۴۰)

مولانا شبلی نے یہ واقعہ بہ سند تحریر فرمایا ہے اور روایت میں ام المومنین حضرت ام سلمہؓ بھی ہیں۔ الغرض یہ بھی ایک عظیم سبق ہے۔ جو ہمیں ہجرت حبشہ سے ملتا ہے۔

فی الواقعہ ہجرت حبشہ اسلام کی تاریخ میں ایک عظیم الشان نشان ہے۔ اور غور کرنے والا انسان اس سے بہت کچھ اسلامی اصولوں کے متعلق سیکھ سکتا ہے۔ غور کیجئے۔ اللہ تعالےٰ نے کس حکمت سے السابقون الاولون کی ننھی سی جماعت کو کفار کے ہاتھ سے مامون ومصئون فرمایا۔ یہی وہ لوگ تھے جو بعد میں اسلام کے آسمان پر ستارے بن کر درخشندہ ہونے والے تھے۔ اگر ان کو مٹنے دیا جاتا۔ تو کیا ہوتا۔ اللہ تعالےٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ لیکن جہاں تک انسانی عقل سمجھ سکتی ہے۔ وہ یہی ہے۔ کہ اسلام کا قافلہ تتر بتر ہو جاتا۔ اور وہ خود یتیم رہ جاتا ؏

گر شما کشتہ شوید آہ چہ سے کردم من

اس لئے اللہ تعالےٰ نے اپنا ہاتھ لمبا کر کے اس کو بچا لیا۔ پھر کیا یہ معجزہ نہیں ہے۔ کہ پناہ وہاں دی گئی۔ جہاں کے متعلق پناہ کی امید نہیں تھی۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو ابن اللہ سمجھنے والوں کے ہاں مولانا شبلی مرحوم کی زبان سے ہی سنئے۔

"دوسرے دن عمرو بن العاص نے پھر دربار میں رسائی حاصل کی۔ اور نجاشی سے کہا حضور آپ کو یہ بھی معلوم ہے۔ کہ یہ لوگ حضرت عیسےٰؑ کی نسبت کیا اعتقاد رکھتے ہیں۔ نجاشی نے مسلمانوں کو بلا بھیجا۔ کہ اس سوال کا

مکّہ بھی ہمارا ہے مدینہ بھی ہمارا

یہ دشت! یہ کوہسار! یہ دریا کا کنارہ!
جنگل میں یہ منگل! ہے یہاں کون خود آرا؟

یہ سڑکیں یہ مسجد یہ مکانوں کی قطاریں
الجھا چلا جاتا ہے نظارہ میں نظارہ

ربوہ کے نظاروں میں بھی پھرتے ہیں نظر میں
وہ مسجد اقصےٰ وہ مسیحا کا منارہ

دل قادیاں میں اور ہیں ربوہ میں نگاہیں
وہ دل کا مرے چاند ہے یہ آنکھ کا تارا

اِس دیس میں بیدار ہے اک اللہ کا بندہ
اُس دیس میں ہے خواب میں اک اللہ کا پیارا

بندے جو محمدؐ کے ہیں اللہ کے ہیں بندے
اللہ کے بندوں کا ہے مجھ کو بھی سہارا

کچھ قادیاں اور ربوہ ہی تنویر نہیں ہیں
مکّہ بھی ہمارا ہے مدینہ بھی ہمارا

جواب دیں۔ ان لوگوں کو تردد ہوا۔ کہ اگر حضرت عیسٰیؑ کے ابن اللہ ہونے سے انکار کرتے ہیں تو نجاشی عیسائی ہے ناراض ہو جائے گا۔ حضرت جعفرؓ نے کہا کچھ ہو ہم کو سچ بولنا چاہیئے۔ غرض یہ لوگ دربار میں حاضر ہوئے نجاشی نے کہا تم لوگ عیسٰیؑ ابن مریم کے متعلق کیا اعتقاد رکھتے ہو؟ حضرت جعفرؓ نے کہا ہمارے پیغمبر نے بتایا ہے کہ "عیسٰیؑ خدا تعالےٰ کا بندہ پیغمبر اور کلمۃ اللہ ہے"۔ نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھا لیا اور کہا "واللہ جو تم نے کہا ہے۔ عیسٰیؑ اس تنکے کے برابر بھی اس سے زیادہ نہیں ہیں۔ بطریق جو دربار میں موجود تھے نہایت برہم ہوئے نتھنوں سے خرخراہٹ کی آواز آنے لگی۔ نجاشی نے ان کے غصہ کی کچھ پرواہ نہ کی۔ اور قریش کے سفیر بالکل ناکامیاب آئے"۔

(منہ صفحہ ۲۳۸ - ۲۳۹)

دیکھئے اس کو کہتے ہیں "اعلائے کلمۃ الحق" بدعی وہ جن کے ظلم و ستم سے بھاگ کر یہاں پناہ لی گئی ہے۔ عدالت وہ ہے جو حضرت عیسٰی علیہ السلام کو ابن اللہ سمجھتی ہے۔ بطریق کے نتھنوں کی خرخراہٹ اب بھی آپ کے کانوں میں ہوتی ہوگی۔ مگر اللہ تعالےٰ کا نہتا شیر جب صداقت کی آواز بلند کرتا ہے تو سب اپنا سا مونہہ لے کر رہ جاتے ہیں۔

کیا ہم اس سے کچھ بھی نہیں سیکھ سکتے ہیں؟ ہاں۔ ہم جن کو اپنے پیارے دل ربا وطن سے اسی طرح ہانک دیا گیا ہے۔ جس طرح حضرت جعفرؓ کو اور ان کے مقدس ساتھیوں کو ہانک دیا گیا تھا۔

بے شک! بے شک!! بے شک!!! مگر فرق ہے۔ مہاجرین حبشہ کے ساتھ آقائے دو جہاں کی صرف روح پاک تھی۔ اس کی روح پاک کی برکات تھیں جو صحابہ کرامؓ مہاجرین کی ارواح میں گھل گئی ہوئی تھی۔ مگر ہمارے ساتھ تو اسی آقائے دو جہاں کا وہ نمونہ اور ہمارا وہ آقا ایدہ اللہ تعالےٰ مسیح موعود مہدی مسعود علیہ السلام کا پسر موعود ہے۔ پھر ہماری ہجرت تو اس ملک میں ہوئی ہے۔ دین کے مٹنے والے اسی آقائے دو جہاں کے غلام کہلاتے ہیں جس کے نام کا جھنڈا بلند کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے ہم کو کھڑا کیا ہے اور کیا اللہ تعالےٰ کا یہ فضل نہیں ہے کہ سوائے چند شر پسند لوگوں کے اللہ تعالےٰ کے راستہ میں کوئی حائل ہونے کا متمنی نہیں ہو سکتا کیونکہ ہم تو اسی اعتقاد کی سر بلندی کے لئے اٹھے ہیں۔ جس کا دعویٰ حضرت جعفرؓ نے نجاشی کے سامنے بطریق کے نتھنوں کی خرخراہٹ

کے علی الرغم کیا تھا۔ کہ

"حضرت عیسٰیؑ خدا تعالےٰ کا بندہ اور پیغمبر اور کلمۃ اللہ ہے"۔

اور چونکہ ہمارے موجودہ ہم وطنوں کا اعتقاد بھی یہی ہے جو ہمارا ہے۔ اس لئے در اصل ہمارے مقابل تو تمام دنیا کے ملحد اور بطریق ہیں۔ اس لئے فرقت قادیاں سے ہمارے دل میں زخم ہیں۔ اور زخموں سے خون رستا ہے۔ اور رستا رہے گا۔ مگر کیا اللہ تعالےٰ نے مہاجرین حبشہ سے بھی بڑھ کر ہمارے ساتھ نیک سلوک نہیں کیا؟ کیا اس نے ہمیں "ربوہ" نہیں دیا؟ کیا "تمکن فی الارض" کا انعام ہمیں عطا نہیں کیا؟ اور پھر کیا کیا نہیں دیا۔

یاد رکھیئے بے شک دشمنانِ حق طرح طرح کی چالوں سے ہمارے خلاف بدظنیاں پھیلاتے ہیں۔ مگر ہمارا خدا تعالےٰ ان کی چالوں کو اسی طرح ناکام کر دے گا۔ جس طرح مہاجرین حبشہ کے مخالفین کی چالوں کو اس نے ناکام کیا تھا۔ انہیں تو نجاشی کے سامنے جواب دہ ہونا پڑا تھا جو عیسائی تھا۔ اور وہ کامران ہوئے تھے۔ تو کیا یہ چند دشمنانِ حق آقائے دو جہاںؐ کے غلام کہلانے والوں کو ہمارے خلاف اکساتے ہیں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ وہ آقائے دو جہاں جس کا نام بلند کرنے کے لئے ہم کھڑے ہوئے ہیں۔ اس لئے کیا ہمارا فرض نہیں ہے۔ کہ ہم اللہ تعالےٰ کا اس سے بھی بڑھ کر شکر بجا لائیں جو حبشہ کے مہاجرین صحابہ کرامؓ بجا لائے تھے کیا آپ کو معلوم ہے کہ مسلمانوں نے "نجاشی" کی نوازشات کا جو اس نے مہاجرین صحابہ کرامؓ پر کیں کیا صلہ دیا؛ تمام معلومہ دنیا کو غازیان اسلام نے تہ و بالا کر دیا۔ مگر حبشہ میں اس نجاشی بادشاہ کا عیسائی خاندان آج تک بھی عصائے سلطنت سنبھالے ہوئے ہے۔ یہ بے نظیر مثال اوراق تاریخ پر منقوش ہو کر رہ گئی ہے کیا اس سے زیادہ شاندار شان

هل جزاء الاحسان الا الاحسان

کی دنیا کی تاریخ پیش کر سکتی ہے۔

قادیان بے شک ہمارا پیارا وطن ہے۔ اس کی فرقت سے ہمارے دلوں میں زخم ہیں۔ ان زخموں سے خون رستا ہے اور رستا رہے گا۔ مگر "ربوہ" میں اللہ تعالےٰ نے ہمیں تمکن فی الارض عطا کیا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اس کو ہماری روحانی پچھ ڈوز بنایا ہے۔ جہاں سے نکل نکل مسیح موعود علیہ السلام کی بیج ہزاری فوج کے سپاہی تمام دنیا کے باطل کدوں پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ ایشیا، یورپ، افریقہ، امریکہ۔ اور آسٹریلیا باختر، یہ اخطہ ہماری زد میں آچکے ہیں۔ بے شک ہمارا مقابلہ اس وقت ایسا ہی ہے جیسا کہ ایک مچھوٹی پانچ کو ہمالیوں سے لڑنے کے لئے نکل کھڑی ہو۔ مگر ہمارا عزم راسخ ہے۔ ہمارا ارادہ صمیم ہے۔ یقیناً اللہ تعالےٰ ہمارے ساتھ ہے۔ وہ ہمیں مٹنے نہیں دینا چاہتا۔ ربوہ کا قیام اس کی ضمانت ہے۔ ہم نے اللہ تعالےٰ کا اشارہ پا لیا ہے۔ یہ مستقل مرکز ہے۔ کیونکہ یہ وہی تمکن فی الارض ہے۔ جس کا وعدہ اللہ تعالےٰ نے ان آیات میں فرمایا۔ جو ہم نے شروع میں نقل کی ہیں۔ آؤ ہم بھی اللہ تعالےٰ کے وعدہ کو سچا ثابت کرنے کے لئے جان توڑ کوشش کریں۔

ربوہ دار الہجرۃ پائندہ باد

جذبۂ شوق

پھر نظرِ عشق کو کچھ حسن کے آثار آئے
روحِ منصور! مبارک رسن و دار آئے

فرش پر چھایا ہے اب تک وہی دیرینہ جمود
منتظرِ عرش، کوئی آہِ شرربار آئے

قادیاں! چھوٹ گئے تجھ سے ترے اہلِ وفا
قافلہ آیا جہاں قافلہ سالار آئے

تیری گلیوں کی سی رونق نہ نظر آئی کہیں
راہ میں یوں تو کئی کوچہ و بازار آئے

جذبۂ شوق فزوں تر ہے ترے پیاروں کا
دَیر والوں کو گماں اہلِ حرم ہار آئے

کفِ سیلاب نے سمجھا کہ گئی کشتیٔ عشق
وقت کہتا ہے یہ طوفان کئی بار آئے

ہم ہیں مشتاق ترے ذروں کو تاباں دیکھیں
منتظر تو کہ ترا نیّرِ انوار آئے

ہم ترے نور کے ایوانوں میں آئینگے ضرور
ایک بار آئی ہے سو بار شبِ تار آئے

دل نہ کیا دل کہ مصائب سے جو گھبرا جائے
ان شب و روز کے ہنگاموں سے اکتا جائے

عبد المنان ناہید

اشتراکیت اور اسلام

چند مختصر اور اصولی نوٹ

از حضرت میرزا بشیر احمد صاحب ایم اے

ذیل میں "اشتراکیت اور اسلام" کے مضمون پر چند مختصر اور اصولی نوٹ درج کئے جاتے ہیں۔ جو کچھ عرصہ ہوا میں نے ایک مضمون لکھنے کی غرض سے قلمبند کئے تھے۔ مگر ابھی تک اس مضمون کے لکھنے کا موقعہ نہیں مل سکا۔ ہمارے نوجوان محقق ان نوٹوں کو پھیلا کر اور مزید تحقیق کرکے مضمون تیار کرسکتے ہیں۔ وباللہ التوفیق

(۱) اس وقت دنیا میں تین مختلف قسم کے نظاموں کا مقابلہ ہے۔ جن میں سے دو نظام تو کھلے طور پر ایک دوسرے کے خلاف صف آرا ہیں۔ اور تیسرا نظام کسی قدر پس پردہ رہ کر گویا ان دو نظاموں کے ٹکراؤ اور اس ٹکراؤ کے نتیجہ کا انتظار کررہا ہے۔ اول الذکر دو نظام اشتراکیت اور سرمایہ داری کے نظام ہیں۔ اور تیسرا نظام اسلام کا نظام ہے۔ جسے قدرت نے ابھی تک اپنی خاص تقدیر کے ماتحت پیچھے رکھا ہوا ہے۔ تاکہ اشتراکیت اور سرمایہ داری کے باہم فیصلے کے بعد اسے دنیا کے آخری ٹکراؤ کے لئے آگے لایا جائے یہ تیاری اس زمانہ کی عظیم الشان مذہبی تحریک یعنی سلسلہ احمدیہ کے ذریعہ مقدر ہے۔ جس کے مقدس بانی کو حضرت مسیح ناصریؑ کے مثیل اور ہمارے رسول پاک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نائب ہونے کی حیثیت میں تمام ادیان عالم کے لئے حکم عدل بناکر بھیجا گیا ہے۔

(۲) اسلام نے اشتراکیت اور سرمایہ داری کے نظاموں کا یاجوج اور ماجوج کے ناموں سے ذکر کیا ہے۔ اور پیشگوئی فرمائی ہے کہ آخری زمانہ میں یہ دونوں نظام ایک بھاری سیلاب کی طرح ساری دنیا پر چھا جائیں گے۔ اور مادی ترقی کے سارے سامان بظاہر ان کے ہاتھ میں چلے جائیں گے (سورۃ انبیاء) یاجوج روس کا نام ہے جو آج کل اشتراکی نظام کا لیڈر اور مرکزی نقطہ ہے اور ماجوج برطانیہ کا نام ہے۔ جو سرمایہ داری کے نظام کا علمبردار ہے۔ اور برطانیہ کے مفہوم میں امریکہ بھی شامل ہے۔ جو زیادہ تر برطانیہ ہی کی نسل اور اسی نظام کا حامل ہے۔ یہ دونوں نظام متضاد پالیسیوں اور سکیموں کے ماتحت ایک دوسرے کے خلاف خطرناک طور پر صف آرا ہیں۔ اور گو مخفی جنگ جسے آجکل کی اصطلاح میں اعصابی جنگ یا کولڈ وار کہتے ہیں اب بھی جاری ہے۔ لیکن ایسے حالات سرعت کے ساتھ پیدا ہورہے ہیں۔ جن کے پیش نظر اس بات کا بھاری خطرہ ہے کہ یہ متقابل آتش فشاں پہاڑ کسی وقت بھی پھٹ کر نہ صرف ایک دوسرے پر چھا جانے بلکہ دنیا کے ہر ملک اور ہر قوم کو اپنی لپیٹ میں لے لینے کے لئے ایک عالمگیر جنگ کی آگ بھڑکا دیں گے۔

(۳) بظاہر حالات یہ دونوں نظام (یعنی اشتراکیت اور سرمایہ داری) اقتصادی اور تمدنی نوعیت کے نظام ہیں۔ مگر حقیقتاً ان نظاموں کے ساتھ نہ صرف سیاسیات بلکہ اخلاقیات اور روحانیات کی تاریں بھی اس طرح الجھی ہوئی ہیں کہ ان نظاموں کی ترقی اور تنزل کا اثر ان سارے میدانوں پر براہ راست پڑتا ہے۔ اور دنیا کا کوئی طبقہ خواہ وہ سیاسی ہو یا مذہبی اپنے آپکو لاتعلق سمجھ کر علیحدہ نہیں رہ سکتا۔ پس قبل اس کے کہ اس عالمگیر آگ کے شعلے کسی قوم کو اپنی لپیٹ میں لے لیں۔ اس کا فرض ہے کہ حالات کا جائزہ لے کر کسی صحیح نتیجہ اور فیصلہ کن لائحہ عمل پر پہونچنے کی کوشش کرے۔ ورنہ جو قوم اپنے آپ کو محفوظ اور لاتعلق سمجھ کر خاموش بیٹھی رہے گی وہ یقیناً اس کبوتر کی مثال بنے گی۔ جو بلی کو دیکھ کر اپنی آنکھیں بند کر لیتا ہے۔ اور سمجھتا ہے کہ اب میں اس خطرہ سے محفوظ ہوگیا ہوں۔

(۴) اشتراکیت کے نظام کا خلاصہ یہ ہے کہ دولت اور دولت پیدا کرنے کے ذرائع کو افراد کی بجائے قوم اور ملک کی مشترکہ اجارہ داری قرار دے کر حکومت کے ہاتھ میں دے دیا جائے۔ اور اس طرح مشترکہ انتظام اور مشترکہ سامانوں کے ذریعہ دولت پیدا کر کے اور دولت کو ترقی دے کر اسے افراد میں ان کی ضرورت کے مطابق بزعم خود مساویانہ اصول پر تقسیم کردیا جائے۔ گویا دولت کو سب لوگ اپنی طاقت کے مطابق پیدا کریں۔ اور خرچ افراد کی ضرورت کے مطابق (قطع نظر اس کے کہ دولت پیدا کرنے میں کس فرد کا کتنا حصہ ہے) تقسیم کردیا جائے۔ اس کے مقابل پر سرمایہ داری جس کے متعلق آجکل بعض لوگ جمہوریت کا لفظ بھی استعمال کرنے لگے ہیں وہ نظام ہے جس میں افراد کے لئے ذاتی آمد اور ذاتی جائداد پیدا کرنے اور ان آمد اور جائداد سے ذاتی فائدہ اٹھانے کا حق تسلیم کیا جاتا ہے۔ مگر عملاً اس نظام کو اس طرح چلایا جاتا ہے۔ اور ذاتی جائداد کو اس طرح بے لگام چھوڑ دیا جاتا ہے کہ ملک کی دولت سمٹ سمٹ کر ایک محدود اور مخصوص طبقہ کے ہاتھوں میں جمع ہو جاتی ہے۔ اور پھر اس جمع شدہ دولت کو مناسب رنگ میں سمونے اور امیر و غریب کے فرق کو کم کرنے کا بھی کوئی مؤثر انتظام نہیں کیا جاتا۔

(۵) اشتراکیت کا نظام دراصل سرمایہ داری کے نظام کا ہی ردّ عمل ہے۔ اور گویا بالواسطہ طور پر اسی کا ایک غیر قدرتی بچہ ہے۔ سینکڑوں سال سے دنیا کا اقتصادی نظام ایسے رستہ پر چل رہا تھا کہ قوموں اور ملکوں کی دولت سمٹ سمٹ کر ایک خاص طبقہ کے ہاتھوں میں جمع ہوگئی تھی۔ اور آبادی کا بقیہ حصہ (اور اسی کی اکثریت تھی) غربت اور افلاس اور ناداری اور بے بسی کی انتہا کو پہونچ گیا تھا۔ سرمایہ داری کی یہ بھیانک صورت سب سے زیادہ روس کے ملک میں رونما ہوئی جہاں زاروں اور ان کے درباریوں اور رئیسوں کے تعیش نے گویا غریبوں کا گلا گھونٹ رکھا تھا۔ اور ان کی حالت جانوروں سے بھی بدتر ہورہی تھی۔ کیونکہ شعور موجود تھا۔ مگر اس شعور کی تسکین کا کوئی سامان نہیں تھا۔ پس جس طرح ہر ظالمانہ نظام کا ایک ردّعمل ہوا کرتا ہے۔ جو گویا قائم شدہ نظام کے خلاف بغاوت کا رنگ رکھتا ہے۔ اور ایک انتہا سے ہٹا کر دوسری انتہا کی طرف لے جاتا ہے۔ اسی طرح سرمایہ داری اور دولت کے ناواجب اجتماع کا ردّعمل اشتراکیت کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اور روس میں خصوصیت سے سماجی نظام کا پنڈولم ایک انتہا کی چوٹ کھا کر دوسری انتہا کو جا پہنچا۔

(۶) ان دونوں غیر فطری نظاموں کے مقابل پر جن میں سے ایک نظام انفرادیت کو مٹاتا اور دوسرا اجتماعیت کے جذبہ کو تباہ کرتا ہے۔ اسلام کا نظریہ یہ ہے کہ عام حالات میں ذاتی دولت پیدا کرنے اور اس دولت سے ذاتی فائدہ اٹھانے کے حق کو تو تسلیم کیا جاتا ہے۔ مگر اس کے ساتھ ایک ایسی مؤثر اور حکیمانہ مشینری لگا دی گئی ہے جس کی وجہ سے ملکی دولت کبھی بھی چند ہاتھوں میں جمع نہیں ہوسکتی۔ اور دولت کو سمونے اور غریب و امیر کے فرق کو کم کرنے کا عمل ساتھ ساتھ چلتا ہے۔ اس طرح اسلام گویا اشتراکیت اور سرمایہ داری کے بین بین کا نظام ہے۔ جس میں کمال حکمت سے ایک طرف تو دونوں نظاموں کی خوبیاں جمع ہیں۔ اور دوسری طرف وہ ان دونوں نظاموں کی خرابیوں سے مبرا اور آزاد ہے۔ اور اسکی اپنی خوبیاں مزید برآں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جن اسلامی ملک کے مسلمان اسلام کی تعلیم پر قائم رہے ہیں (مگر افسوس کہ یہ نظارہ بہت کم نظر آتا ہے) وہاں نہ تو سرمایہ داری ہی اپنی بھیانک صورت میں قائم ہو کر اجتماعیت کے جذبہ کو تباہ کرسکی ہے۔ اور نہ کبھی وہاں اشتراکیت کو نفوذ کا رستہ ملا کہ انفرادیت کا جنازہ اٹھا ہے۔

(۷) اسلام نے سب سے پہلے دولت پیدا کرنے کے ذرائع کے متعلق یہ اصولی تعلیم دی ہے کہ خدا تعالےٰ نے دنیا کے سامانوں اور دولت کے قدرتی وسائل کو تمام بنی آدم کے فائدہ کی خاطر پیدا کیا ہے اور کسی خاص طبقہ کی اجارہ داری قرار نہیں دیا۔ چنانچہ قرآن شریف فرماتا ہے:۔

خلق لکم ما فی الارض جمیعا

"یعنی اے وہ لوگو جو اس دنیا میں بستے ہو۔ خدا نے دنیا کی ہر چیز تم سب کے فائدہ کے لئے پیدا کی ہے"

اس واضح آیت سے ثابت ہے کہ اسلامی نظریہ کے ماتحت دولت پیدا کرنے کے ذرائع سب لوگوں کے لئے یکساں کھلے رکھے گئے ہیں۔ اور ان پر کسی خاص طبقہ کی اجارہ داری تسلیم نہیں کی گئی۔ لیکن دوسری طرف اس کھلے دروازہ میں داخل ہونے کے بعد جو فرق انفرادی جدوجہد کے نتیجہ میں طبعی طور پر پیدا ہو جاتا ہے۔ اسے بھی اسلام تسلیم کرتا ہے چنانچہ قرآن شریف فرماتا ہے:۔

واللہ فضّل بعضکم علی بعض فی الرزق..... اولم یروا ان اللہ یبسط الرزق لمن یشاء ویقدر

"یعنی بعض لوگوں کو خدائی قانون کے ماتحت دوسرے لوگوں پر رزق اور دولت میں فوقیت حاصل ہوجاتی ہے.....

(نیز) کیا لوگ دیکھتے نہیں کہ خدا بعض لوگوں کے رزق میں فراخی پیدا کردیتا ہے اور بعض کے لئے تنگی پیدا ہو جاتی ہے"

ان دو متقابل تعلیموں پر غور کرنے سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ جہاں تک دولت پیدا کرنے کے ذرائع کا سوال ہے۔ وہ سب لوگوں کے لئے یکساں کھلے رکھے گئے ہیں۔ مگر دوسری طرف انفرادی قابلیت اور انفرادی جدوجہد کے نتیجہ میں جو فرق افراد اور اقوام کی دولت میں طبعی طور پر پیدا ہو جاتا ہے۔ اسے بھی خدائی قانون اور خدائی مشیت کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ اور یہی وہ فطری صورت ہے۔ جس سے حقوق کا صحیح توازن قائم

رکھا جا سکتا ہے۔

(۸) اس کے مقابل پر اشتراکیت نے دولت اور دولت پیدا کرنے کے ذرائع کو کلیتہً حکومت کے ہاتھ میں دے کر انفرادی جد و جہد کے سب سے بڑے محرک کو تباہ کر دیا ہے۔ بے شک دنیا میں کام کے محرک بہت سے ہیں مگر وہ عالمگیر محرک جو تمام محرکات سے وسیع تر اور مضبوط تر ہے جس کے اثر سے کوئی فرد بشر بھی باہر نہیں کیونکہ وہ فطرتِ انسانی کا حصہ ہے وہ اس جذبہ سے تعلق رکھتا ہے کہ انسان اپنی محنت کا پھل خود براہِ راست بھی کھائے۔ مگر یہ فطری جذبہ اشتراکیت کے نظام نے بالکل کچل کر رکھ دیا ہے یہ درست ہے کہ دوسروں کی امداد کرنے اور دوسروں کی خاطر کام کرنے کا جذبہ بھی اعلیٰ فطرت انسانی کا حصہ ہے۔ اور اسلام نے اس جذبہ پر بھی بہت زور دیا ہے کیونکہ یہ جذبہ انسانی تمدن کی جان ہے۔ مگر اسلام جو فطرت کا مذہب ہے اور تمام فطری جذبات کے توازن کو قائم رکھتا ہے اس نے اپنی محنت کے پھل کھانے کی عالمگیر خواہش کو بھی جو ہر انسان میں پائی جاتی ہے مٹایا نہیں اور نہایت حکیمانہ طور پر دونوں کے بین بین رستہ نکال کر انفرادیت اور اجتماعیت ہر دو کی زندگی کا سامان مہیا کیا ہے۔

(۹) اشتراکیت کے نظام میں مسابقت یعنی ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی روح کو بھی کچل دیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ روح قومی اور انفرادی ترقی کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ کیونکہ اس کے نتیجہ میں نہ صرف انسانی جد و جہد میں وسعت اور تیزی پیدا ہو جاتی ہے۔ بلکہ انسانی دماغ بھی زیادہ سوچتا اور زیادہ ترقی کرتا ہے۔ حق یہ ہے کہ یہ مسابقت کی روح جسے انگریزی میں امبیشن (Ambition) کہتے ہیں ایک عظیم الشان فطری محرک ہے جو انسان کو آگے کی طرف دھکیل کر اس کی رفتار میں غیر معمولی تیزی پیدا کر دیتا ہے۔ اور اس کی وجہ سے اس کے دل میں یہ خواہش موجزن ہوتی ہے کہ میں دوسرے لوگوں سے آگے نکل جاؤں۔ لیکن اشتراکیت کے نظام میں اس مسابقت کی روح کو اگر بالکل کچلا نہیں گیا تو کم از کم مفلوج ضرور کر دیا گیا ہے

(۱۰) اشتراکیت میں انفرادی ہمدردی اور مواسات کے جذبات کو بھی بڑی طرح کچلا گیا ہے کیونکہ اشتراکیت کے نظام میں رشتہ داروں اور دوستوں اور ہمسایوں اور غریب لوگوں کی انفرادی امداد کا کوئی امکان باقی نہیں رہتا۔ بلکہ ہر قسم کی امداد کا منبع صرف حکومت بن جاتی ہے۔ حالانکہ انسانی اخلاق کی تکمیل اور ترقی کے لئے یہ پہلو بھی نہایت ضروری ہے کہ حسب ضرورت رشتہ داروں اور دوستوں اور ہمسایوں اور غریب لوگوں کی تنگی اور تکلیف کے اوقات میں انفرادی امداد اور مواسات کا راستہ بھی کھلا رہے۔ مگر اشتراکیت نے اس جہت سے بھی انسان کو صرف ایک مشین بنا دیا ہے حالانکہ قدرت نے انسان کو محض مشین کے طور پر پیدا نہیں کیا۔ بلکہ اس کے اندر محبت اور ہمدردی کے جذبات ودیعت کئے ہیں۔ جن کے انفرادی اظہار کے لئے رستہ کھلا رہنا چاہیئے۔ کاش اشتراکیت کے ارباب حل و عقد اس بات کو سمجھتے کہ انسان کے اندر صرف دماغ ہی پیدا نہیں کیا گیا۔ بلکہ دل بھی پیدا کیا گیا ہے۔ پس جب تک انسانی اخلاق میں عقل (Reason) اور جذبات (Sentiment) دونو کی حکیمانہ آمیزش کا انتظام نہ ہو۔ انسانیت کا آدھا دھڑ یقیناً مفلوج رہے گا۔ بے شک انفرادی امداد کے بعض پہلوؤں میں یہ خطرہ لاحق ہوتا ہے۔ کہ دینے والے میں احسان جتانے اور لینے والے میں اپنے آپ کو نیچا محسوس کرنے کی طرف میلان پیدا ہونے لگتا ہے۔ مگر اس خطرہ کو اسلام نے بڑی سختی کے ساتھ روکا ہے۔ چنانچہ ایک طرف ارشاد فرمایا ہے۔ کہ جو شخص دوسرے کی امداد کر کے احسان جتاتا ہے وہ نہ صرف اس امداد کا سارا ثواب ضائع کر لیتا ہے۔ بلکہ بھاری گناہ کا بھی مرتکب ہوتا ہے۔ اور دوسری طرف ہدایت دی ہے کہ انفرادی امداد حتی الوسع خفیہ طور پر دوسروں کو پتہ لگنے کے بغیر کی جائے۔ تاکہ امداد دینے والے اور لینے والے کے دلوں میں کسی قسم کے ناگوار احساسات نہ پیدا ہوں۔ علاوہ ازیں اسلام یہ بھی حکم دیتا ہے کہ حاجتمند لوگ محنت کر کے خود اپنی روزی کمائیں۔ اور حتی الوسع سوال سے پرہیز کریں۔ اور دوسری طرف وہ ذی ثروت لوگوں کو یہ ہدایت دیتا ہے۔ کہ اپنے ماحول میں آنکھیں کھول کر زندگی گزارو۔ اور غریبوں اور محتاجوں کے سوال کے بغیر خود بخود ان کی امداد کو پہنچو۔ بہرحال اسلام نے عقل اور جذبات دونوں میں نہایت درجہ حکیمانہ توازن قائم کیا ہے لیکن اشتراکیت جذبات کے پہلو کو یکسر مٹا کر اس فطری توازن کو کلیتہً برباد کر رہی ہے۔

(۱۱) پھر طرفہ ماجرا یہ ہے کہ جذبات کو مٹانے اور دماغ کو اسکے واجبی مقام سے زیادہ حیثیت دینے کے باوجود اشتراکیت کے نظام میں انسانی دماغ کی کوئی زائد قیمت نہیں لگائی گئی۔ بلکہ عملاً دہی ہاتھ پاؤں والی عمومی پوزیشن تسلیم کی گئی ہے۔ کیونکہ اسی اصول کے مطابق افراد کا گزارہ مقرر ہوتا ہے۔ اب یہ ایک مسلمہ اصول اور تجربہ شدہ حقیقت ہے۔ کہ جس چیز کی اس کے ارفع ہونے کے باوجود زائد قیمت نہ لگے۔ وہ آہستہ آہستہ اپنے مقام سے گر کر نیچے کی چیزوں کی لیول پر آجاتی ہے۔ اسی طرح اشتراکیت کا نظام درحقیقت بنی آدم کی دماغی طاقتوں کو بھی نقصان پہونچانے کا موجب ہے گو ظاہر ہے کہ اس قسم کی باتوں کا نتیجہ فوری طور پر ظاہر نہیں ہوتا بلکہ کچھ وقت لے کر آئندہ نسلوں میں آہستہ آہستہ ظاہر ہوتا ہے۔ مگر ہوتا یقیناً ہے۔ کیونکہ قدرت کا قانون ٹل نہیں سکتا۔

(۱۲) علاوہ ازیں اشتراکیت کے نظام میں ایک بڑا نقص یہ بھی ہے کہ اس نظام میں انسانی حقوق کی فطری تقسیم کو ملحوظ نہیں رکھا گیا اور سارے حقوق کو ایک ہی اصول اور ایک ہی پیمانہ سے ناپا گیا ہے۔ حالانکہ دراصل انسانی حقوق دو قسم کے ہیں اوّل وہ حقوق جو حکومت کے ذمہ ہوتے ہیں۔ مثلاً عدل و انصاف کا قیام یکی عہدوں کی تقسیم۔ ترقی کے راستوں کو سب کے واسطے یکساں کھلا ہونا وغیرہ وغیرہ اور دوسرے وہ حقوق جو یا تو فطری قوےٰ کے نتیجہ میں انسان کو حاصل ہوتے ہیں۔ اور یا انفرادی جد و جہد کے نتیجہ میں پیدا ہوتے ہیں۔ مثلاً کسی شخص کا عقل و خرد میں دوسروں سے آگے ہونا یا زیادہ محنت کا عادی ہونا یا زیادہ اچھے طریق پر کاموں کو سرانجام دینا وغیرہ حقوق میں یہ طبعی تفاوت اتنا ظاہر و عیاں ہے کہ کوئی عقلمند انسان اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ لیکن اشتراکیت نے ان ہر دو قسم کے حقوق کو ایک ہی چیز قرار دے کر اور ایک ہی قانون کے ماتحت لا کر بالکل خلط ملط کر دیا ہے مگر اس کے مقابل پر اسلام نے حقوقِ انسانی کی اس فطری تقسیم کو پوری طرح ملحوظ رکھ کر ہر ایک کے مناسب حال علیحدہ علیحدہ احکام جاری فرمائے ہیں۔ چنانچہ اسلام نے پہلی قسم کے حقوق میں تو جن کا ادا کرنا حکومت کے ذمہ ہے کامل مساوات قائم کی ہے۔ اور کوئی امتیاز روا نہیں رکھا۔ لیکن دوسری قسم کے حقوق میں جو مختلف لوگوں کے انفرادی قویٰ اور انفرادی کوشش سے تعلق رکھتے ہیں ایک نہایت درجہ حکیمانہ نظام کے ماتحت سمونے کی تو ضرور کوشش کی ہے لیکن جبر کے طریق پر دخل دے کر ان سارے فرقوں کو یکسر مٹانے کا ظالمانہ طریق اختیار نہیں کیا۔ اور حق یہ ہے کہ ان فرقوں کو مٹایا بھی نہیں جا سکتا۔ مثلاً دماغی قویٰ کے فرق کو کون مٹا سکتا ہے جسمانی طاقتوں کے فرق کو کون مٹا سکتا ہے؟ انفرادی جد و جہد کے فرق کو کون مٹا سکتا ہے؟

(۱۳) اشتراکیت اور سرمایہ داری ہر دو نظاموں میں یہ بھاری نقص بھی ہے کہ وہ انسان کو جد و جہد کے میدان سے نکال کر اور گویا کلیتہً خارجی سہاروں پر بٹھا کر غافل کر دینا چاہتے ہیں۔ کیونکہ سرمایہ داری تو دولت مندوں کے لئے جمع شدہ خزانوں کا سہارا مہیا کر کے غفلت پیدا کرتی ہے۔ اور اشتراکیت عوام کو حکومت کے کھونٹے سے باندھ کر غافل رکھنا چاہتی ہے۔ لیکن اس کے مقابل پر اسلام کا نظام انسان کو ہر وقت جد و جہد کے میدان میں کھڑا رکھتا ہے۔ اور خارجی سہارے صرف اس حد تک مہیا کرتا ہے کہ وہ غفلت کا موجب نہ بنیں۔ اور یہی صحیح فطری طریق ہے۔ جس سے ایک طرف تو انسان میں انفرادی کوشش اور جد و جہد کی کیفیت زندہ رہتی ہے۔ اور افراد کا دماغ ہوشیار اور چوکس رہنے پر مجبور ہوتا ہے۔ اور دوسری خاص خطرہ کے اوقات میں کسی قدر خارجی سہاروں کا آسرا بھی موجود رہتا ہے۔

یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ افراد کی معیشت کے متعلق حکومت کا ہر حال میں کلی طور پر ذمہ وار بن جانا ایک ایسا ہی غیر فطری سہارا ہے جیسا کہ جمع شدہ خزانوں پر کسی شخص کا غافل ہو کر بیٹھ جانا۔ بے شک درجہ کا فرق ضرور ہوگا لیکن ہر عقلمند انسان آسانی کے ساتھ سوچ سکتا ہے۔ کہ دراصل اس جہت سے ان دونوں نظاموں کی نوعیت اور بنیادی نظریہ ایک ہی ہے کہ وہ انسان کو جد و جہد کے میدان سے نکالتے ہیں۔ اور صحیح نظریہ صرف اسلام کا ہے۔ جو ہر فرد کو خواہ وہ امیر ہے یا غریب اپنی ضروریات زندگی کے لئے ہر وقت چوکس رکھتا۔ اور اونگھ کر غافل ہونے سے بچاتا ہے :

(۱۴) مذہبی رجحان رکھنے والے لوگوں کے لئے خواہ وہ مسلمان ہیں یا عیسائی یا یہودی یا بدھ یا ہندو یا سکھ یا کوئی اور ایک خاص قابل توجہ بات یہ بھی ہے کہ نہ صرف اشتراکیت کا سارا میلان اور سارا ذہنی ماحول مادی ہے بلکہ عملاً بھی اس کا سارا زور مادیت کے رنگ میں خرچ ہو رہا ہے۔ کیونکہ اشتراکیت کے نظام میں انسان کے روحانی پہلو کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ بلکہ حق یہ ہے کہ اس نظام کے تمام کل پرزے روحانیت کو مٹانے اور کچلنے میں لگے ہوئے ہیں۔ اسی لئے خواہ اشتراکیت اپنے منہ سے خدا کے عقیدہ کے خلاف کچھ بولے یا نہ بولے اس کا عملی اثر نمایاں طور پر دہریت کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔ اور اس طرح اشتراکیت نے انسانیت کے نصف بہتر دھڑ کو گویا تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔ اور کمیونسٹوں کی اگلی نسل یقیناً ایک دہریہ نسل ہے۔ جس میں کسی خدا پرست کو ڈھونڈنا ایک عبث فعل سے زیادہ نہیں۔ وما تخفی صدورھم اکبر۔

(۱۵) اشتراکیت کے نظام کی رازداری بھی اس کے باطل ہونے کی دلیل ہے۔ روس کا فولادی پردہ (آئرن کرٹین) ایک معروف حقیقت ہے۔ جسے بچہ بچہ جانتا ہے۔ اگر اشتراکیت حقیقتاً ایک رحمت اور بنی نوع انسان کے لئے واقعی مفید چیز ہے۔ تو اس رازداری کے کیا معنے ہیں؟ روس

کے دروازے غیر ملکی مبصروں کے داخلے کیوں بند ہیں؟ اشتراکیت کے پرچارک دوسرے ممالک میں خفیہ نفوذ کا طریق کیوں اختیار کرتے ہیں؟ تاریخ عالم کا مطالعہ اس بات پر ایک زندہ گواہ ہے کہ دنیا میں کوئی صداقت کبھی رازداری کے رنگ میں ظاہر نہیں ہوئی۔ بلکہ ہمیشہ ایک کھلی حقیقت بن کر آئی ہے۔ حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم تک اور پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے لے کر موجودہ زمانہ تک جتنے بھی مصلح دنیا کے مختلف ممالک میں آئے ہیں۔ ان سب نے بلا استثنا اپنے اصولوں کا ڈنکے کی چوٹ اعلان کیا ہے۔ اور ان اصولوں کی تبلیغ میں بھی کبھی کوئی رازداری نہیں برتی۔ تو پھر سوچنے کا مقام ہے کہ اشتراکیت میں یہ رازداری کیوں ہے۔ کمیونزم کے متاع کو دنیا کی کھلی منڈی میں کیوں نہیں لایا جاتا؟ فتدبروا یا اولی الالباب

(۱۶) اب میں اسلامی نظریہ کی طرف آتا ہوں اصولی طور پر اوپر کے نوٹوں میں یہ بتایا جا چکا ہے کہ اگر ایک طرف اسلام دنیا کے سامانوں اور دولت پیدا کرنے کے قدرتی ذرائع میں سب بنی نوع انسان کا مساویانہ حق تسلیم کرتا ہے۔ اور ان ذرائع کو کسی خاص قوم کی اجارہ داری قرار نہیں دیتا وہاں دوسری طرف وہ عملاً دولت کے اس تفاوت کو بھی نظر انداز نہیں کرتا۔ جو افراد کے ذاتی قویٰ اور ذاتی جدوجہد کے نتیجہ میں طبعی طور پر پیدا ہو جاتا ہے۔ (دیکھو پیرا ۲ جو اوپر گزر چکا ہے لیکن ظاہر ہے کہ انسانی مساوات میں سب سے پہلا اور سب سے مقدم سوال دولت کی تقسیم کا نہیں بلکہ انسان کی نسلی اور شخصی مساوات کا ہے۔ کیونکہ دراصل یہی وہ میدان ہے۔ جس میں جذباتی کشمکش اور سماجی خلیج پیدا ہو کر سب سے زیادہ فتنہ کا رستہ کھولتی ہے۔ اور سوسائٹی کے مختلف طبقات ایک دوسرے کے مقابل پر رقیبانہ کیمپ کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ سو اس کے متعلق مقدس بانی اسلام صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اور کس شان سے فرماتے ہیں کہ:

یا ایھا الناس الا ان ربکم واحد وان اباکم واحد الا لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لاحمر علی اسود ولا لاسود علی احمر الا بالتقوی

"یعنی اے لوگو کان کھول کر سن لو کہ تمہارا رب ایک ہے۔ اور تمہارا باپ بھی ایک تھا۔ اور پھر کان کھول کر سن لو کہ عربوں کو عجمیوں پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ عجمیوں کو عربوں پر کوئی فضیلت ہے اور نہ گوروں کو کالوں پر کوئی فضیلت ہے اور نہ کالوں کو گوروں پر کوئی فضیلت ہے۔ سوائے ایسی ذاتی خوبی کے جس کے ذریعہ کوئی شخص دوسروں سے آگے نکل جائے۔"

یہ نظریہ اسلامی مساوات کا بنیادی پتھر ہے جس میں سب اقوام عالم کو بلا استثنا ایک لیول پر کھڑا کر کے پھر ان میں انفرادی کوشش اور انفرادی جدوجہد کی بنا پر مسابقت کی روح پیدا کی گئی ہے کہ اب جو شخص چاہے اپنے ذاتی اوصاف کے زور سے آگے نکل جائے۔

(۱۷) سوال ہو سکتا ہے کہ اسلام کا تمدنی نظریہ بھی ٹھیک اور دولت کے قدرتی وسائل کے متعلق اس کی تعلیم بھی بجا۔ لیکن اس بات کا کیا علاج ہے۔ کہ اگر انفرادی قوٰی اور انفرادی جدوجہد کے نتیجہ میں دولت کا توازن ناگوار صورت اختیار کرے۔ تو پھر اس توازن کو درست کرنے اور درست رکھنے کے لئے کیا صورت کی جائے۔ سو اس خطرہ کی طرف سے بھی اسلام غافل نہیں۔ چنانچہ قرآن شریف فرماتا ہے:

الذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم .... ھذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون۔

"یعنی جو لوگ سونے چاندی کے مالوں کو بند خزانوں کی صورت میں جمع کر کے رکھتے ہیں۔ اور انہیں خدا کے مقرر کردہ رستوں میں خرچ نہیں کرتے۔ تو اے رسول تم ایسے لوگوں کو خدا کے دردناک عذاب کی خبر دو .... ان کے لئے ان ہی بند خزانوں کو عذاب کا آلہ بنا دیا جائے گا۔ اور ان سے کہا جائیگا۔ کہ اب اپنے ان خزانوں کا مزا چکھو جنہیں تم نے صرف اپنی جانوں اور اپنے عزیزوں کے لئے روک رکھا تھا۔"

اس سنہری تعلیم کے ذریعہ اسلام نے دولت کو کھلے میدان میں لانے اور ایک طرف غریبوں اور مسکینوں کی امداد پر بلاواسطہ خرچ کرنے اور دوسری طرف دولت کو تجارتوں اور صنعتوں میں لگا کر عوام کو بالواسطہ فائدہ پہنچانے کا رستہ کھولا ہے اور ایک زبردست انتباہ کے ذریعہ لوگوں کو ہوشیار کیا ہے۔ کہ اگر تم نے اپنے خزانوں کو بند کر کے رکھا اور انہیں ملک و قوم کی بہتری کے لئے خرچ نہ کیا تو یہی بند خزانے تمہارے لئے ایک زمانہ میں دردناک عذاب بن جائیں گے۔ اور اس دردناک عذاب میں صرف آخرت کے عذاب کی طرف ہی اشارہ نہیں ہے۔ بلکہ جیسا کہ واقعات نے ثابت کر دیا ہے۔ موجودہ زمانہ کی اس ہیبت ناک کشمکش کی طرف بھی اشارہ ہے جس میں مزدور سرمایہ دار کے خلاف اور مزارع مالک کے خلاف اٹھ کر ان کی زندگی کی شیرینی کو تلخ اور ان کے دل و دماغ کے سکون کو برباد کر رہا ہے۔

(۱۸) لیکن اسلام نے اس معاملہ میں صرف اصولی تحریک پر ہی اکتفا نہیں کی بلکہ قومی اور ملکی دولت کو مناسب رنگ میں سمونے کے لئے ایک مؤثر مشینری بھی قائم کی ہے۔ اور اس مشینری کو چالو رکھنے کے لئے بہت سے معین احکام صادر فرمائے ہیں۔ ان احکام میں سے ایک حکم **قانونِ ورثہ** سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ ایک نہایت درجہ حکیمانہ قانون ہے۔ جس کی رو سے ہر مرنے والے مسلمان کا ترکہ صرف ایک بچہ یا صرف نرینہ اولاد یا صرف خالی اولاد کے ہاتھ میں ہی نہیں جاتا۔ بلکہ سارے لڑکوں اور لڑکیوں اور بیوی اور خاوند اور ماں اور باپ اور بعض صورتوں میں بھائیوں اور بہنوں اور دوسرے رشتہ داروں میں بھی ایک نہایت مناسب شرح کے ساتھ تقسیم ہو جاتا ہے اس طرح گویا اسلام نے دولت کی دوڑ میں تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد بعض قانونی روکیں (یعنی hurdles) قائم کر دی ہیں۔ اور ہر نسل کے خاتمہ پر ایک روک (hurdle) سامنے آ کر دولت کے اس فرق کو کم کر دیتی ہے۔ جو اس عرصہ میں پیدا ہو چکا ہوتا ہے۔ اسلام کے اس قانون ورثہ پر تفصیلی نظر ڈالنے سے یہ بات بالکل ظاہر و عیاں ہو جاتی ہے۔ کہ اس قانون کے ذریعہ صرف ورثا کو ورثہ پہنچانا ہی مدنظر نہیں ہے۔ بلکہ ملکی اور قومی دولت کو سمونا بھی اس کی اغراض میں سے ایک اہم غرض ہے۔

قانون ورثہ کی ضمن میں ہی اسلام نے ایک **قانونِ وصیت** بھی جاری فرمایا ہے۔ جس کی رو سے ہر مسلمان کو اپنی جائداد کے ایک تہائی (⅓) حصہ کے متعلق غیر وارثوں کے حق میں وصیت کرنے کا حق تسلیم کیا گیا ہے۔ مثلاً اگر ایک شخص کے پاس ۳ لاکھ روپے کا مال ہے۔ تو وہ اس میں سے ایک لاکھ روپیہ تک کی ایسے لوگوں یا اداروں کے حق میں وصیت کر سکتا ہے۔ جو اس کے شرعی وارث نہیں ہیں۔ یہ نظام بھی ملکی دولت کو سمونے کا ایک مقدس ذریعہ ہے اور ہزاروں نیک دل مسلمانوں نے اس بابرکت نظام سے فائدہ اٹھا کر اپنی جائدادوں کے معقول حصے غریبوں کے لئے یا غریبوں کی امداد کرنے والے اداروں کے لئے یا جماعتی اور قومی کاموں کے لئے وقف کئے ہیں اور کر رہے ہیں۔

(۱۹) اسلام کا قانون امداد باہمی بھی ملکی دولت کو سمونے کا ایک بڑا بھاری ذریعہ ہے۔ اور اسلام نے اس قانون کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک حصہ جبری ہے اور دوسرا حصہ طوعی ہے۔ جبری قانون زکوٰۃ کے نظام سے تعلق رکھتا ہے۔ جس کے ذریعہ امیروں کی دولت پر حالات کے اختلاف کے ساتھ ساتھ ۲ ½ فیصدی شرح سے لے کر ۲۰ فیصدی شرح تک خاص ٹیکس لگا کر حکومت وقت یا نظام قومی کی نگرانی میں غریبوں اور مسکینوں اور کم آمدنی والے لوگوں کی امداد کا انتظام کیا جاتا ہے۔ اور یاد رکھنا چاہیئے کہ اس تعلق میں امیر سے مراد امیر کبیر لوگ نہیں ہیں۔ بلکہ ہر وہ شخص جو اپنی اصل اور فوری ضرورت سے کسی قدر زائد دولت رکھتا ہے۔ اس پر زکوٰۃ ٹیکس لگا کر کمزور لوگوں کی امداد کا رستہ کھولا جاتا ہے۔ اور اس ٹیکس کو عائد کرتے ہوئے مقدس بانی اسلام صلے اللہ علیہ وسلم نے جو الفاظ فرمائے وہ بھی اس ٹیکس کی غرض و غایت کو واضح کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا:

توخذ من اغنیائھم وترد علی فقرائھم

"یعنی زکوٰۃ کے نظام کا مقصد یہ ہے کہ دولت رکھنے والے لوگوں کی دولت کا ایک حصہ کاٹ کر غریبوں اور کمزور لوگوں کی طرف لوٹایا جائے۔"

اس حدیث میں "لوٹایا جائے" کے لطیف لفظ پر معنے الفاظ اس غرض سے استعمال کئے گئے ہیں کہ تا یہ ظاہر ہو کہ یہ ٹیکس غریبوں کو احسان کے طور پر نہیں دیا جاتا۔ جس کی وجہ سے بے اصول امیروں کو ان پر احسان جتانے کا موقعہ پیدا ہو۔ بلکہ یہ ایک لازمی اور قدرتی حق ہے۔ جو خالق فطرت نے امیروں کے مال میں غریبوں کا مقرر کر رکھا ہے۔ کیونکہ اول تو اصل ملکیت خدا کی ہے۔ جو سب کا آقا و مالک ہے۔ اور دوسرے حقیقۃً ہر مال کے پیدا ہونے میں لازماً غریبوں اور مزدوروں کا ہاتھ ہوتا ہے۔ پھر زکوٰۃ کے معنے بھی پاک کرنے اور ترقی دینے کے ہیں۔ کیونکہ ایک طرف زکوٰۃ کی ادائیگی زکوٰۃ دینے والے کے مال کو دوسروں کے حق سے پاک کرتی ہے۔ اور دوسری طرف وہ زکوٰۃ لینے والوں کی ترقی کا سامان بھی مہیا کرتی ہے۔

(۲۰) قانون امداد باہمی کا دوسرا حصہ طوعی نظام سے تعلق رکھتا ہے۔ اس نظام کے ذریعہ اسلام نے غریبوں کی مالی امداد کے علاوہ سوسائٹی میں باہم محبت اور ہمدردی اور مواسات کے جذبات کو زندہ رکھنے کا دروازہ بھی کھولا ہے۔ اسلام نے اس طوعی نظام پر انتہائی زور دیا ہے اور غریب بھائیوں کی ہمدردی اور امداد کو ایک نہایت اعلےٰ درجہ کی نیکی قرار دیا ہے اور خود ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا کہ حدیث میں آتا ہے کہ غریبوں اور مسکینوں اور یتیموں کی امداد میں آپ کا ہاتھ اس تیز آندھی کی طرح چلتا تھا جو کسی روک کو خیال میں نہیں لاتی؟ اور آپ اکثر یہ بھی نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ جہاں زکوٰۃ بریلا ادا کرو کیونکہ جبری ٹیکس ہونے کی وجہ سے وہ حکومت کے انتظام کے ماتحت خرچ ہوتی ہے۔ وہاں ذاتی اور انفرادی امداد میں الحج

خفیہ طریق پر دو تاکہ دینے والے کے دل میں احسان کا خیال اور لینے والے کے دل میں کمتری کا احساس نہ پیدا ہو۔ اور جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے غریبوں اور مسکینوں کی امداد کا یہ طوعی نظام زکوٰۃ کے جبری نظام کے علاوہ تھا۔ اور ضروری تھا کہ جبری نظام کے ساتھ ساتھ اس قسم کا طوعی نظام بھی قائم کیا جاتا تاکہ لوگوں کے دلوں میں اخوت اور محبت اور انفرادی ہمدردی کے جذبات کو زندہ رکھا جا سکے۔ لیکن اس کے مقابل پر اشتراکیت ان سب جذبات کو مٹا کر انسان کو محض ایک مشین بنانا چاہتی ہے۔

(۲۱) اسی تعلق میں اسلام کا قانون تجارت اور قانون لین دین بھی ملکی دولت کے ناواجب اجتماع کو روکنے کی ایک بھاری سد بندی ہے۔ حق یہ ہے کہ اسلام نے سود کو حرام قرار دے کر دولت کے توازن کو برباد کرنے کا ایک بہت بڑا آلہ یکسر مٹا دیا ہے۔ سود کے ذریعہ انسان کو اپنی طاقت سے بڑھ کر قرضہ برداشت کرنے کی ناواجب جرأت پیدا ہوتی ہے اور عوام کا روپیہ سمٹ سمٹ کر آہستہ آہستہ امیروں کے خزانہ میں جمع ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اور اگر غور کیا جائے تو دنیا میں زیادہ تر سود ہی سرمایہ داری کو بھیانک صورت دینے کا ذمہ دار ہے۔ اگر آج سود کا لین دین بند ہو جائے تو ملک کی بڑی بڑی تجارتیں اور صنعتیں چند سرمایہ دار افراد کے ہاتھ سے نکل کر یا تو مشترکہ سرمایہ والی تجارت اور مشترکہ صنعت کی صورت میں منتقل ہو جائیں گی۔ اور یا اس قسم کی بڑی تجارتیں اور صنعتیں جو ملکی دولت کے توازن کو خراب کرنے والی ہیں حکومت کے ہاتھ میں چلی جائیں گی اور وہ قومی دولت کے سمونے کا رستہ بن جائیں گی اور ظاہر ہے کہ چند خاص تجارتوں اور صنعتوں کے حکومت کے قبضہ میں ہونے سے کوئی حرج لازم نہیں آتا۔ بلکہ اس میں بعض ملکی اور قومی فوائد متوقع ہیں۔ اس کے علاوہ سود کی رکاوٹ سے پرائیویٹ لین دین کے میدان میں بھی امیروں کے لئے غریبوں کے مال پر ڈاکہ ڈالنے اور ان کے خون چوسنے کا موقعہ نہیں رہتا۔ یہ خیال کہ سود کے بغیر تجارت نہیں چل سکتی ایک محض نظر کا دھوکہ ہے جو موجودہ ماحول کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ جبکہ یورپ و امریکہ کے سرمایہ داروں کی وجہ سے سود کا جال وسیع ہو چکا ہے۔ ورنہ اس سے قبل سود کے بغیر بھی دنیا کی تجارت چلتی تھی۔ اور ان شاء اللہ اس باطل ماحول کے مٹنے پر پھر پہلے سے بڑھ کر چلے گی۔ سود کی جگہ اسلام نے **قرضہ بصورت رہن** اور **مشترکہ سرمایہ** کے طریق کو ترجیح دی ہے۔ کیونکہ اس میں دولت کے توازن کو بگاڑنے کے بغیر تجارت کا رستہ کھلتا ہے اور انفرادی ہمدردی کے جذبات کو بھی ٹھیس نہیں لگتی۔

سود کی حرمت کے ساتھ ہی اسلام نے جوئے کو بھی حرام قرار دیا ہے۔ کیونکہ جوئے میں دولت کے حصول کو محنت اور ہنرمندی پر مبنی قرار دینے کی بجائے محض اتفاق پر مبنی قرار دیا جاتا ہے۔ جو نہ صرف قومی اخلاق کے لئے مہلک ہے بلکہ بسا اوقات ملک میں دولت کی ناواجب تقسیم کا بھی ذریعہ بن جاتا ہے۔

(۲۲) اوپر والا نظام جس میں ایک طرف ذاتی جائداد کے حق کو تسلیم کیا گیا ہے۔ اور دوسری طرف ملکی دولت کو زیادہ سے زیادہ سمونے اور امیر و غریب کے فرق کو کم سے کم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ عام حالات کے لئے مقصود ہے۔ لیکن اگر کسی وقت ملک میں قحط یا جنگ وغیرہ کی وجہ سے **غیر معمولی حالات** پیدا ہو جائیں۔ اور خوراک کے ذخیروں میں کمی آ جائے یعنی ملک و قوم کے ایک حصہ کے پاس تو نسبتاً زائد خوراک موجود ہو اور دوسرے حصہ کے پاس اس کی اقل ضرورت سے بھی کم ہو یا بالکل ہی نہ ہو اور لوگوں کی تباہی کا خطرہ پیدا ہو جائے۔ تو اس قسم کے خاص حالات میں اسلام حکم دیتا ہے کہ امیروں اور غریبوں کے ذخیروں کو اکٹھا کر کے سب کی ضرورت کے مطابق راشن بندی کر دی جائے۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں کئی موقعوں پر اس قسم کے حالات پیدا ہوئے۔ اور آپ نے ان غیر معمولی حالات میں نہ صرف اس قسم کے **استثنائی انتظام** کی اجازت دی بلکہ اسے پسند فرمایا اور اس کی تائید کی۔ مثلاً حدیث میں آتا ہے:۔

خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی غزوۃ فاصابنا جھد حتی ھممنا ان ننحر بعض ظھرنا فامرنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فجمعنا ازوادنا۔

"یعنی ایک صحابی روایت کرتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں نکلے۔ مگر رستہ میں ہمیں خوراک کی سخت کمی پیش آگئی۔ حتیٰ کہ مجبور ہو کر ہم نے (سواریوں کی کمی کے باوجود) ارادہ کیا کہ خوراک کے لئے اپنی بعض سواری کی اونٹنیاں ذبح کر دیں۔ اس پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ سب لوگوں کے خوراک کے ذخیرے اکٹھے کر لئے جائیں۔ اور پھر آپ نے اس جمع شدہ ذخیرہ میں سے سب کو حسب ضرورت راشن تقسیم کرنا شروع کر دیا"

اسی طرح ایک اور دوسری حدیث میں آتا ہے کہ:۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الاشعریین اذا ارملوا فی الغزو او قل طعام عیالھم بالمدینۃ جمعوا ما کان عندھم فی ثوب واحد ثم اقتسموا بینھم فی اناء واحد بالسویۃ فھم منی وانا منھم

یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ قبیلہ اشعر کے لوگوں کا یہ طریق ہے کہ جب کسی سفر میں انہیں خوراک کا توڑا پڑ جاتا ہے۔ یا حضر کی حالت میں ہی ان کے اہل و عیال کی خوراک میں کمی آ جاتی ہے۔ تو ایسی صورت میں وہ سب لوگوں کی خوراک ایک جگہ جمع کر لیتے ہیں۔ اور پھر اس جمع شدہ خوراک کو ایک ناپ کے مطابق سب لوگوں میں مساویانہ طریق پر بانٹ دیتے ہیں۔ **یہ لوگ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔**"

اس شاندار تعلیم سے ظاہر ہے کہ اگر ایک طرف اسلام نے انفرادیت کو زندہ رکھنے کے لئے ذاتی مال اور ذاتی جائداد کے اصول کو تسلیم کیا ہے تو دوسری طرف اجتماعیت کو زندہ رکھنے کے لئے غریبوں کی امداد کے انتظام کے علاوہ خاص حالات میں یہ بھی ہدایت فرمائی ہے کہ خوراک کی استثنائی قلت کے زمانہ میں جبکہ سوسائٹی کے ایک حصہ کی ہلاکت کا خطرہ ہو امیروں اور غریبوں کے ذخیروں کو جمع کر کے سب میں حسب ضرورت مساویانہ طریق پر تقسیم کر دو۔ اور یہی وہ وسطی تعلیم ہے جس سے دنیا میں حقیقی امن کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے

(۲۳) بالآخر اسلام نے یہ بھی حکم دیا ہے کہ ایسے **معذور لوگ** جو کسی بیماری یا کمزوری یا جسمانی نقص کی وجہ سے اپنی روزی نہیں کما سکتے۔ یا ان کی روزی ان کی واجبی ضروریات کے لئے مکتفی نہیں ہوتی اور ان کی یہ بے کاری اور غربت غفلت اور سستی کی وجہ سے نہیں ہے تو ایسے معذور لوگوں کی اقل ضروریات کا انتظام حکومت کرے۔ اور اقل ضروریات میں خوراک۔ لباس اور مکان شامل ہیں (سورہ طٰہٰ) یہ انتظام اس لئے بھی ضروری تھا کہ قرآنی تعلیم کے مطابق مخلوق کے رزق کی آخری ذمہ داری خدا تعالیٰ پر ہے (سورہ ھود) پس جو حکومت دنیا میں خدا کی نمائندہ بنتی ہے۔ اس کا فرض ہے کہ ایسے معذور لوگوں کی اقل ضروریات کی متکفل ہو۔ جو اپنی خواہش اور کوشش کے باوجود مناسب آمدنی پیدا کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

(۲۴) خلاصہ کلام یہ ہے کہ جہاں ایک طرف اشتراکیت کا نظام:۔

(الف) انفرادی جدوجہد کے جذبہ کو کمزور کر کے کام کے سب سے بڑے فطری محرک کو مٹاتا

(ب) فطرت انسانی کے جذبات ہمدردی اور مواسات کو تباہ کرتا

(ج) انسان کے دماغی قویٰ کو بے قیمت ٹھہرا کر تنزل کے راستہ پر ڈالتا

(د) انسان کے اقتصادی حالات کو غیر فطری خارجی سہاروں کے ساتھ وابستہ کرتا اور

(ھ) روحانیت کو مٹا کر دہریت اور مادیت کا بیج بوتا ہے۔

وہاں دوسری طرف اسلام کا نظام:۔

(الف) اشتراکیت اور سرمایہ داری کے بین بین فطری اور وسطی راستہ پر گامزن ہوتا

(ب) انفرادی جائداد کے اصول کو تسلیم کرنے کے باوجود ملکی اور قومی دولت کو سمونے کے لئے ایک پختہ مشینری قائم کرتا

(ج) دولت پیدا کرنے کے قدرتی وسائل کو سب کے لئے یکساں کھلا رکھتا

(د) انسانی جذبات ہمدردی اور مواسات کو زندہ رکھتا اور تقویت پہنچاتا اور

(ھ) خالق و مخلوق کے فطری رشتہ کو ملحوظ رکھتا اور ترقی دیتا ہے۔

پس اشتراکیت اور سرمایہ داری کے انتہائی نقطوں کے مقابلہ پر اسلام کا وسطی نظام ہی اس قابل ہے کہ اس پر دنیا کے تہذیب و تمدن کی بنیاد رکھی جائے اور انشاء اللہ اسلام کی ترقی کے دوسرے دور میں جو اب شروع ہو رہا ہے۔ ایسا ہی ہو گا۔ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں کیا خوب فرمایا ہے کہ جعلنٰکم امۃ وسطاً لتکونوا شھداء علی الناس۔ یعنی اے مسلمانو ہم نے تمہیں ایک وسطی امت بنایا ہے۔ تاکہ تم دنیا کی مختلف قوموں کے لئے جو افراط و تفریط کی طرف جھکی ہوئی ہیں۔ خدا کی طرف سے سچے رستہ کے گواہ رہو۔"

ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العظیم۔

وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین

دوستوں کی دعاؤں کا طالب

خاکسار: مرزا بشیر احمد ربوہ ۵/۱۲/۵۱

قصیدہ

القرآن العظیم واصحاب النبی الکریم

از مکرم مولانا جلال الدین صاحب شمس

(۱) إن شئت بحر العلم والعرفان ۔ فاقرأ كتاب الله بالإمعان

(۲) سفر كريم كامل ومكمل ۔ فرد ولم يوجد له من ثان

(۳) نور مبين ساطع من ربنا ۔ ضوء مضيء سائر البلدان

(۴) تاج الهدى فخر الشرائع كلها ۔ والحق كل الخير في القرآن

(۵) كالسمط تبدو آيه منظومة ۔ ألفاظه كالدر في اللمعان

(۶) آياته تلفي إذا دبرتها ۔ بحر الحقائق منبع العرفان

(۷) في ليلة ظلماء كان نزوله ۔ أرخت سدول الغي والطغيان

(۸) العرب من ظلم ومن جهل غدت ۔ مثل السباع بهيكل الإنسان

(۹) كانت كخافية الغداف قلوبهم ۔ من كثرة الآثام والعصيان

(۱۰) كانوا كغرقى في هواء نفوسهم ۔ واللهو بالندماء والنسوان

(۱۱) صاروا كأنعام كثير منهم ۔ مذكورة في سورة الفرقان

(۱۲) زال العمى بعد الهدى من قلبهم ۔ وتشبثوا بالقسط والميزان

(۱۳) نقوا بماء الوحي جذر جنانهم ۔ من رجس أوثان ومن ضغان

(۱۴) فاقوا الورى دنيا ودينا كلهم ۔ لما أتوا بأوامر القرآن

(۱۵) وتطهروا حتى تبرأ كلهم ۔ من كل نوع الذنب والعصيان

(۱۶) هم جاهدوا الكفار طول نهارهم ۔ والليل باتوا طالبي الغفران

(۱۷) زكوا نفوسهم فكان فؤادهم ۔ كالكوكب الدري في اللمعان

(۱۸) حازوا المكارم والفضائل جمة ۔ ما حازها جيل من الإنسان

(۱۹) واستمسكوا بالذكر حتى جاءهم ۔ وحي يبشرهم من الرحمان

(۲۰) أجر ومغفرة لهم من ربهم ۔ طوبى لهم فضلا من المنان

(۲۱) نالوا من الرحمن كل كرامة ۔ فازوا بفضل الله والرضوان

(۲۲) طاروا بأمر نبيهم في العالم ۔ مثل الحمائم حاملي القرآن

(۲۳) ربى النبي محمد أصحابه ۔ بتحنن كالأم بالولدان

(۲۴) هم اقتدوا بمحمد خير الورى ۔ عين الهدى ذي الحسن والإحسان

(۲۵) يا رب صل على النبي محمد ۔ خير الخلائق مهبط القرآن

ترجمہ (۱) اگر تو علم و عرفان کے سمندر کا خواہاں ہے تو اللہ تعالیٰ کی کتاب کو غور سے پڑھ

(۲) وہ ایک قابلِ قدر صحیفہ اور کامل و مکمل کتاب ہے۔ یگانہ ہے جس کا کوئی ثانی نہیں۔

(۳) وہ ہمارے رب کی طرف سے ایک روشن بلند نور مبین ہے۔ اور ایک ایسی عظیم الشان روشنی ہے جو تمام شہروں کو روشن کر رہی ہے۔

(۴) وہ ہدایت کا تاج اور تمام شریعتوں کا فخر ہے۔ اور حق بات یہ ہے کہ سب خیر قرآن میں ہے۔

(۵) اس کی آیتیں سلکِ مروارید کی طرح پروئی ہوئی ہیں۔ اس کے الفاظ چمک دمک میں موتیوں کی مانند ہیں۔

(۶) اس کی آیات میں اگر تو غور کرے گا۔ تو انہیں حقائق کا سمندر اور عرفان کا سرچشمہ پائے گا۔

(۷) اس کا نزول ایک شب تاریک و تار میں ہوا۔ جس نے گمراہی اور طغیان کے پردے ڈالے ہوئے تھے

(۸) عرب لوگ ظلم و جہالت کی وجہ سے انسان کی شکل میں درندے بنے ہوئے تھے۔

(۹) ان کے دل کالے کوّے کے پروں کی طرح گناہوں اور نافرمانی کی کثرت سے سیاہ ہو رہے تھے۔

(۱۰) وہ خواہشات نفسانی اور عورتوں اور رندان بادہ خوار کے ساتھ لہو و لعب میں غرق تھے۔

(۱۱) ان میں سے اکثر مویشی کی مانند ہو چکے تھے۔ جیسا کہ سورۃ فرقان میں مذکور ہے۔

(۱۲) ان کے دلوں سے ہدایت پانے کے بعد اندھاپن جاتا رہا۔ اور انہوں نے انصاف اور میزان پر مضبوطی سے پنجہ مارا۔

(۱۳) انہوں نے وحی کے پانی سے اپنے دلوں کو بتوں کی ناپاکی اور کینوں سے صاف کیا۔

(۱۴) وہ سارے دنیاؤ دین میں باقی مخلوق پر فوقیت لے گئے۔ جب وہ قرآن کے احکام کو بجا لائے۔

(۱۵) وہ گناہوں سے ایسے پاک ہوئے کہ ان میں سے ہر ایک ہر قسم کے گناہ و معصیت سے بیزار ہو گیا۔

(۱۶) وہ دن کفار سے جہاد کرتے۔ اور رات خدا تعالیٰ سے استغفار کرتے ہوئے گزارتے۔

(۱۷) انہوں نے اپنی جانوں کو ایسا پاک و صاف بنایا کہ ان کے دل چمک دمک میں روشن تاروں کی مانند بن گئے۔

(۱۸) انہوں نے کثرت سے مکارم اور فضیلتوں کو حاصل کیا۔ جن کو انسانوں کی کوئی جماعت حاصل نہ کر سکی تھی۔

(۱۹) انہوں نے قرآن مجید کو اس مضبوطی سے پکڑا کہ ان کے پاس خدائے رحمن سے بشارت دینے والی وحی آئی۔

(۲۰) کہ ان کے لئے ان کے رب کی طرف سے اجر اور مغفرت ہے۔ اور ان کے لئے خدائے منان کے لئے طوبےٰ یعنی ہر قسم کی خیر و سعادت ہے۔

(۲۱) انہوں نے خدائے رحمن سے ہر قسم کی عزت پائی۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضا کو حاصل کیا۔

(۲۲) وہ اپنے نبی کے حکم سے قرآن مجید اٹھائے کبوتروں کی مانند اڑے اور ساری دنیا میں پھیل گئے۔

(۲۳) محمد نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بچوں کی ماں کی مانند نہایت شفقت و محبت کے ساتھ اپنے صحابہ کی پرورش کی۔

(۲۴) انہوں نے محمدؐ (صلے اللہ علیہ وسلم) کی اقتدا کی جو بہترین خلائق اور چشمۂ ہدایت اور صاحب حسن و احسان ہیں۔

(۲۵) اے میرے رب تو النبی محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج جو سب مخلوقات سے افضل اور بہتر ہیں۔ اور جن پر قرآن اترا تھا۔

ساقی نامہ

از مکرم نسیم سیفی صاحب

زمین سے آسمان تک گونج اٹھی ہماری پکار ساقی
بہار آئی بہار آئی بہار آئی بہار ساقی

ہر ایک ذرّے کو مہر و ماہِ فلک کی صورت نکھار ساقی
جنوں کے چہرے سے میلے میلے خرد کے پردے اُتار ساقی

خنک خنک سی حسیں فضاؤں میں ذوقِ مستی اُبھار ساقی
شراب تو کیا مرے سبُو میں انڈیل شعلوں کی دھار ساقی

تری نگاہوں کے سُرخ ڈوروں پہ دونو عالم نثار ساقی
مجھے بھی ان سُرخ سُرخ ڈوروں کا ساعطا کر خمار ساقی

کچھ اس طرح سے جھکا ہوا ہے حرم پہ ابرِ بہار ساقی
ہر ایک زاہد سے چھن گیا ہے سکونِ صبر و قرار ساقی

یہ تیری بے اعتنائیاں ہیں کہ سُوئے کعبہ رواں دواں ہیں
کچھ ایسے بادہ پرست بھی جو ازل سے تھے بادہ خوار ساقی

نسیم جیسے کچھ اور بھی ہیں جو میکدے کو دُعائیں دینگے
گناہگاروں میں روزِ محشر جو ہو ہمارا شمار ساقی

جلد ۳۹/۵ کی تکمیل اور اعلان تعطیل

الفضل کا جلسہ سالانہ نمبر احباب کرام کی خدمت میں پیش ہے۔ اس کے بعد معروفیت جلسہ سالانہ کے باعث پرچہ مرتب نہیں ہو سکتا۔ لہذا ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰ کو پرچہ شائع نہیں ہو سکے گا۔ ۳۱ کو ہفتہ واری تعطیل ہے۔ اس لحاظ سے یہ خاص نمبر اپنی جلد ۳۹/۵ کا آخری پرچہ ہے اور اس کا نمبر ۲۹۷ ہے۔

الحمد للہ کہ اس نے اپنے فضل سے اس سال کا دور جلد ۳۹/۵ کی شکل میں ۲۹۷ پرچوں پر ختم کرنے کی توفیق دی۔ احباب کرام دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے نئے سال کے دور جلد ۴۰/۶ کو اپنی برکات کے ساتھ شروع کرنے کی اور اسے اپنی مشیت کے مطابق ہر امکانی خوبی سے متصف کرنے کی توفیق دے۔ آمین

نئی جلد ۴۰/۶ کا پہلا پرچہ انشاء اللہ یکم صلح ۱۳۳۱ ہجری شمسی مطابق یکم جنوری ۱۹۵۲ء کو شائع ہوگا۔ وباللہ التوفیق

خاکسار۔ مینیجر

مہدی آخر زماں

از مکرم قاضی محمد یوسف صاحب احمدی

بحمد اللہ کہ از حق مہدی آخر زماں آمد — غلام احمدِ ختمِ رسل در قادیاں آمد
جری اللہ بہ لبسِ انبیاء ملبوس می بینم — چو گلدستہ بدستِ ما زمینِ گلستاں آمد
بظاہر گرچہ او پیدا ز خاک کدعہ می باشد — بہ باطن او بحکم کردگار از آسماں آمد
امامِ منتظر مہدی مثیلِ عیسیٰ مریم — دو جاں در قالبِ احمد نبی بینی عیاں آمد
جنابِ مہدی معہود را ما در عرب جستیم — چہ ما را قسمت خوش بد کہ در ہندوستاں آمد
بہر سو قسم باذن اللہ امامِ ما صدا ہا زد — بہ جسم مردۂ امت ز سرتا پا رواں آمد
محمد مصطفےٰ کو در عرب مدفون می گفتی — بیا بنگر غلامِ او امام ایں زماں آمد
قلوبِ مرداں گشتہ سیاہ از ظلمتِ عصیاں — پئے تنویرِ شاں از شرقِ مہرِ ضو فشاں آمد
نفوسِ مردۂ صد سالہ را چوں زندگی بخشد — ہماں ساعت بہ پائے خود سوئے احمد دواں آمد
بہ کفار و بہ مشرک دعوتِ اسلام می باید — دریں ایامِ با برکت فلاحِ مومناں آمد

مبارک باد اے یوسف ظہورِ حضرتِ احمد
کہ از فیضش بما کشفِ دو صد رازِ نہاں آمد

ربوہ

سرشار گوردا سپوری

خوشا نصیب کہ ان پاک بیں نگاہوں نے
برائے مرکزِ دیں تجھ کو انتخاب کیا

فروغِ فیضِ سعادت کی دے کے تابانی
حقیر ذرّوں کو مانندِ آفتاب کیا

یہ کس کی یُمن دُعا کا اثر ہے اے ربوہ
ترے سراب کو جس نے پُر از حباب کیا

تری فضاؤں میں گونجا کلامِ ربّانی
ترے جمود کو سرگرمِ انقلاب کیا

ازل کے دن سے امیں تھا تو جس سعادت کا
ترے نصیب تجھے حق نے بہرہ یاب کیا

اللہ تعالےٰ کی سنت ہے کہ جب بھی کوئی شر پیدا ہو تو اس کے تدارک کے لئے وہ خیر کو ضرور پیدا فرماتا ہے۔ اس نے ہر زہر کا تریاق اور ہر بیماری کا علاج پیدا فرمایا ہے۔ آسمانی نوشتوں میں ابتداء آفرینش سے یہ انذار ہوتا رہا ہے۔ کہ آخری زمانہ میں ایک ایسا فتنہ ہوگا۔ جس کی نظیر کبھی پیدا نہیں ہوئی۔ یاجوج و ماجوج اور دجال کے اس فتنہ کا ذکر تمام الہٰی کتابوں میں پایا جاتا ہے۔ اور ہر نبی اس بارے میں اپنی امت کو انذار کرتا رہا ہے۔ اور سنت اللہ کے مطابق اس انذار کے ساتھ یہ بشارت بھی دی جاتی رہی ہے۔ کہ اس فتنہ کے علاج کے لئے آخری زمانہ میں ایک بہت بڑی رحمت الہٰی کا ظہور بھی ہونے والا ہے

قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وحرام علی قریۃ اھلکنٰھا انھم لا یرجعون حتی اذا فتحت یاجوج وماجوج وھم من کل حدب ینسلون واقترب الوعد الحق فاذا ھی شاخصۃ ابصار الذین کفروا یاویلنا قد کنا فی غفلۃ من ھذا بل کنا ظٰلمین

(سورۃ انبیاء ع)

کہ ہلاک شدہ بستیاں واپس نہیں آسکتیں۔ جب یاجوج و ماجوج کھولے جائیں گے۔ اور وہ ہر بلندی کو پھاندتے پھریں گے۔ تو وعدۂ حق کا ظہور بالکل قریب آچکا ہوگا۔ تب کافر لوگ حیرت زدہ ہو کر حسرت سے کہیں گے۔ کہ ہم نے اس بارے میں غفلت برتی اور ہم ظالم تھے۔

اس آیت کریمہ میں آخری زمانہ میں یاجوج و ماجوج کے خروج کی پیشگوئی کی گئی ہے۔ اور پھر وعدۂ حق کے ظہور کی بشارت بیان کی گئی ہے۔ یہ یاجوج و ماجوج کون ہیں۔ اس کے لئے بائیبل کے دو حوالے کافی ہیں لکھا ہے:۔

(۱) "اے آدمزاد! جوج کے برخلاف نبوت کر اور بول کہ خداوند یہوواہ یوں کہتا ہے کہ دیکھ میں تیرا مخالف ہوں اے جوج! روس اور مسک اور توبال کے سردار میں تجھے پلٹ دونگا"

(حزقیل ۳۹/۱-۲)

(۲) "میں ماجوج پر اور ان پر جو جزیروں میں بے پروائی سے سکونت کرتے ہیں ایک آگ بھیجوں گا۔ اور وہ جانیں گے کہ میں خداوند ہوں" (حزقیل ۳۹/۶)

حدیث نبوی میں آتا ہے:۔

عن حذیفۃ قال سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن یاجوج وماجوج فقال یاجوج امۃ وماجوج امۃ کل امۃ اربعمائۃ الف امۃ (الدر المنثور جلد ۴ صفحہ ۲۵۰)

حضرت حذیفہؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یاجوج و ماجوج کے متعلق دریافت کیا تو حضور نے فرمایا کہ یاجوج ایک امت ہے اور ماجوج دوسری امت ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک چار لاکھ امتوں کا مجموعہ ہے"

اس حدیث نبوی سے یاجوج و ماجوج کا دو قومیں ہونا ثابت ہوتا ہے نیز یہ کہ ان کی تعداد بہت بڑی ہے امام راغب اصفہانی اپنی لغت کی کتاب میں لکھتے ہیں:۔

"ویاجوج وماجوج منہ (اجیج النار) شبھوا بالنار المضطرمۃ والمیاہ المتموجۃ لکثرۃ اضطرابھم" (المفردات)

کہ یاجوج و ماجوج کا لفظ اجیج یعنی شعلۂ آگ کے لفظ سے مشتق ہے یاجوج و ماجوج کو بھڑکنے والی آگ اور موجیں مارنے والے پانیوں سے مشابہت دی گئی ہے کیونکہ وہ بکثرت ادھر ادھر حرکت کریں گے"

پس یاجوج و ماجوج آخری زمانہ میں ابھرنے والی قومیں ہیں جو اپنی تعداد میں کثیر ہونگی۔ اور آگ کے شعلوں اور پانی کی لہروں کی طرح زمین پر پھیل جائینگی بائیبل کے حوالہ میں وہ دو قومیں روس کی قوم اور جزائر میں بسنے والی انگریز قوم ہیں۔ ان کا فتنہ آخری زمانہ کا سب سے بڑا فتنہ ہے۔

یاجوج و ماجوج کے خروج کا زمانہ بھی الہٰی نوشتوں میں مذکور ہے۔ بائیبل کے آخری صحیفہ مکاشفہ یوحنا میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا ذکر "بادشاہوں کا بادشاہ اور خداوندوں کا خداوند" کے زیر عنوان کیا گیا ہے۔ اس میں یہ بھی پیشگوئی ہے۔ کہ اس زمانہ میں شیطان کو ہزار سال کے لئے جکڑ دیا جائیگا پھر اسی تسلسل میں شیطان کے آخری حملہ کا ذکر پیشگوئی میں ان الفاظ میں کیا گیا ہے:۔

"جب ہزار برس پورے ہو چکیں گے تو شیطان قید سے چھوڑ دیا جائیگا۔ اور ان قوموں کو جو زمین کے چاروں طرف ہونگی یعنی یاجوج و ماجوج کو گمراہ کرکے لڑائی کے لئے جمع کرنے کو نکلے گا۔ ان کا شمار سمندر کی ریت کے برابر ہوگا۔ اور وہ زمین پر پھیل جائیں گی۔ اور مقدسوں کی لشکرگاہ اور عزیز شہروں کو چاروں طرف سے گھیر لیں گی۔ اور آسمان پر سے آگ نازل ہو کر انہیں کھا جائے گی۔"

مکاشفہ یوحنا ۲۰/۷-۹

پس یاجوج و ماجوج کے انتشار کا زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہزار سال بعد شروع ہوتا ہے

مندرجہ بالا اقتباس سے ظاہر ہے کہ آسمانی تقدیر کے مطابق آخری زمانہ میں روس اور انگریز زمین پر چھا جانے والے تھے۔ اور وہ شیطانی اور طاغوتی طاقتوں کے سب سے بڑے مظہر ہیں ان کے ذریعہ سے زمین پر بہت فساد برپا ہوگا۔ جب یہ فساد اپنی انتہاء کو پہنچ جائے گا۔ تو آسمانی قرنا میں آواز دی جائے گی۔ اور خدا کا فرستادہ برپا ہوگا۔ تب زمین پر بہت بڑی آسمانی برکت کا ظہور ہوگا۔ دنیا کی قومیں ذوالقرنین سے عرض کریں گی کہ:۔

"ان یاجوج وماجوج مفسدون فی الارض فھل نجعل لک خرجاً علی ان تجعل بیننا وبینھم سداً قال ما مکنی فیہ ربی خیر فاعینونی بقوۃ اجعل بینکم وبینھم ردماً"

(سورۂ کہف)

یاجوج و ماجوج کا فساد انتہا کو پہنچ گیا ہے ہم آپ کے لئے ہر قسم کا خراج دینے کے لئے تیار ہیں۔ آپ ہمارے اور ان کے درمیان روک بنا دیں۔ ذوالقرنین فرمائے گا۔ کہ دنیوی سامانوں کی بجائے اللہ تعالےٰ نے اس بارے میں مجھے جو طاقت دے رکھی ہے وہ بدرجہا بہتر ہے۔ تم اپنی اصلاح اور معنوی قوت کے حصول سے میری مدد کرو۔ تو میں تمہارے اور ان کے درمیان پختہ دیوار قائم کر دوں گا۔

اس آیت قرآنی سے معلوم ہوتا ہے کہ یاجوج و ماجوج کے فتنہ و فساد کے ازالہ کے لئے اللہ تعالےٰ ذوالقرنین کو مبعوث فرمائے گا۔ ذوالقرنین نام کا کوئی بادشاہ پہلے بھی گزرا ہو۔ ہمیں اس سے بحث نہیں

لیکن اس جگہ جس بزرگ ہستی کو ذوالقرنین قرار دیا گیا ہے۔ وہ یاجوج ماجوج کی پیدا کردہ خرابی کی اصلاح کے لئے مامور ہونے والا وجود ہے ابن مردویہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ذوالقرنین کی وجہ تسمیہ نقل کرتے ہوئے ان کا یہ قول بھی روائت کیا ہے:۔

"فلذلك سمی ذاالقرنین وان
فیکم مثلہ"

کہ ذوالقرنین کا مثیل تم میں بھی ہوگا۔

(الدرالمنثور جلد ۴ صفحہ ۲۴۱)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں یاجوج وماجوج کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

"یقولون قھرنا من فی الارض
وظھرنا علی من فی السماء فیدعو
علیھم عیسی ابن مریم فیقول
اللھم لا طاقۃ لنا بھم ولا ید
فاکفنا ھم بما شئت"

(الدرالمنثور جلد ۴ صفحہ ۲۵۲)

کہ یاجوج وماجوج کہیں گے کہ ہم نے زمین والوں کو مغلوب کر لیا ہے۔ اور آسمان والوں پر بھی غالب آگئے ہیں۔ تب عیسٰے علیہ السلام ان کے خلاف بد دعا کریں گے۔ اور کہیں گے کہ اے اللہ! ہم میں تو یاجوج وماجوج کے مقابلہ کی طاقت نہیں۔ ہمارے پاس سامان بھی نہیں تو خود اپنی مشیت سے ہماری طرف سے ان کے مقابلہ پر دفاع فرما"

اس حدیث نبوی سے ظاہر ہے۔ کہ یاجوج وماجوج کے فتنہ کا استیصال مسیح موعود کے ہاتھوں اور اس کی دعاؤں کے ذریعہ سے مقدر ہے۔

ایک اور حدیث نبوی اسبارے میں ایک نیا اور لطیف انکشاف کرتی ہے لکھا ہے:۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنھما
قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم بعثنی اللہ لیلۃ اسری بی
الی یاجوج وماجوج فدعوتھم
الی دین اللہ وعبادتہ فابوا
ان یجیبونی فھم فی النار مع
من عصی من ولد ادم وولد ابلیس

(الدرالمنثور جلد ۴ صفحہ ۲۵۰)

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اسراء والی رات اللہ تعالٰے نے مجھے یاجوج وماجوج کی طرف مبعوث فرمایا۔ میں نے انہیں اللہ کے دین اور اس کی عبادت کی طرف بلایا۔ انہوں نے میری دعوت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ پس وہ دوسرے نافرمان انسانوں اور جنوں کے ساتھ آگ میں جائیں گے"

اس حدیث سے واضح ہے کہ یاجوج وماجوج کو دعوت حق دینے والے خود سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور اسی بناء پر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی بعثت یاجوج وماجوج کی طرف ہونے والی ہے۔

ان امور مندرجہ بالا پر یکجائی نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یاجوج وماجوج کے فتنہ کے استیصال کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانیہ مقدر ہے اور یہی کام آنے والے مسیح موعود اور ذوالقرنین کا ہے۔ اور یہ کام جیسا کہ احادیث نبویہ سے ظاہر ہے دعا اور قوت قدسیہ سے ہوگا۔ تیر و تفنگ سے نہیں ہوگا۔ مسیح موعود خود کہے گا۔ کہ مادی لحاظ سے ہم میں یاجوج وماجوج کے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے۔ اسلئے اے خدا! تو خود اپنے ہاتھ سے ان طاغوتی طاقتوں کو تباہ کرکے حق کا بول بالا کر۔ تورات اور احادیث میں یہ خبر موجود ہے کہ آسمانی آگ ہی ان سرکشوں کی تباہی کا موجب ہوگی

یاجوج وماجوج کا ظہور ہو چکا ہے۔ روس کی اشتراکیت اور برطانیہ کی استعماریت نے ساری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ ہر جگہ ان کا اثر ونفوذ کام کرتا نظر آرہا ہے۔ ہر آنکھ من کل حدب ینسلون کا مظاہرہ کر رہی ہے۔ علامہ ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب کہا ہے ؎

محنت وسرمایہ دنیا میں صف آرا ہو گئے
دیکھئے ہوتا ہے کس کس کی تمناؤں کا خون
حکمت وتدبیر سے یہ فتنۂ آشوب خیز
ٹل نہیں سکتا وقد کنتم بہ تستعجلون
کھل گئے یاجوج اور ماجوج کے لشکر تمام
چشم مسلم دیکھ لے تفسیر حرف ینسلون

(بانگ درا صفحہ ۳۲۱)

اب سوال صرف یہ ہے کہ جب یاجوج وماجوج ظاہر ہو چکے اور ان کا فتنۂ آشوب خیز عالمگیر صورت اختیار کر چکا ہے۔ تو قرآنی آیت واقترب الوعد الحق کے مطابق اس فتنہ کے ازالہ کے لئے موعود برحق کہاں ہے؟ احادیث نبویہ کے مطابق مسیح موعود کا ظہور اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانیہ کہاں ہے؟ بہت سے لوگ یاجوج وماجوج کا ذکر کرتے ہیں۔ اس کے فتنہ سے لرزہ براندام ہوتے ہیں۔ اور اس فتنہ کی ہولناکیوں سے گھبراہٹ کا شکار ہو جاتے ہیں۔ مگر اللہ تعالٰے کی تقدیر کی انگلی کے اشارے کو نہیں دیکھتے۔ جس خدا نے صدیوں پیشتر اس فتنہ کی خبر دی تھی۔ اس نے اس کے علاج سے بھی آگاہ کیا تھا۔ اور خود اس موعود کے ظاہر کرنے کا وعدہ فرمایا تھا۔

ہمارا خدا سچے وعدوں والا ہے۔ اس نے یاجوج ماجوج کے فتنہ کے علاج کے لئے بروقت مسیح موعود، ذوالقرنین اور بروز مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ اے کاش کہ لوگ غور کریں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"اسی طرح خدا تعالٰے نے میرا نام ذوالقرنین بھی رکھا۔ کیونکہ خدا تعالٰے کی میری نسبت یہ وحی مقدس ہے کہ جری اللہ فی حلل الانبیاء جس کے یہ معنے ہیں کہ خدا کا رسول تمام نبیوں کے پیرایوں میں۔ یہ چاہتی ہے کہ مجھ میں ذوالقرنین کے بھی صفات ہوں۔ کیونکہ سورۂ کہف سے ثابت ہے کہ ذوالقرنین بھی صاحب وحی تھا خدا تعالٰے اس کی نسبت فرمایا ہے قلنا یا ذاالقرنین۔ پس اس وحی الٰہی کی رو سے کہ جری اللہ فی حلل الانبیاء اس امت کے لئے ذوالقرنین میں ہوں اور قرآن شریف میں مثالی طور پر میری نسبت پیشگوئی موجود ہے مگر ان کے لئے جو فراست رکھتے ہیں"

(براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۹۰)

پس الٰہی نوشتوں کے مطابق یہ آخری زمانہ توحید اور دین اسلام کی ترقی کا زمانہ ہے۔ خیر و برکت کا زمانہ ہے۔ روحانیت کے انتشار کا زمانہ ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ اور روحانی تاثیرات کے پھیلنے کا زمانہ ہے۔ دجال پگھلے گا۔ اور یاجوجی وماجوجی طاقتیں زائل ہو جائیں گی۔ اور دنیا پر اسلام کے مسیح موعودؑ کی مسیحائی کا معجزانہ اثر ظاہر ہوگا۔ مبارک وہ جو زمانہ کو شناخت کریں۔ اور اللہ تعالٰے کی آنیوالی تقدیر کو بروئے کار لانے میں اس کا آلہ بن جائیں۔ اللہ تعالٰے ہمیں توفیق بخشے۔ آمین

قادیان سے ہجرت اور الٰہی نوشتوں کے مطابق ہماری دارالامان کو واپسی

★ ——— از جناب میاں غلام محمد صاحب اختر پرسنل آفیسر ریلوے لاہور ——— ★

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت
اس بے نشاں کی چہرہ نمائی یہی تو ہے
جس بات کو کہے کہ کروں گا یہ میں ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

(المسیح الموعود)

اپنے غیر احمدی دوستوں کی مجالس میں جب احمدی مرکز احمدیت قادیان واپس لوٹائے جانے کے متعلق الہامات کا ذکر کرتے ہیں۔ تو کئی احباب مخالفت سے نہیں۔ بلکہ عین تحقیق کے طور پر یہ سوال کرتے ہیں کہ کیا حضرت مرزا صاحب کے ایسے الہامات بھی موجود ہیں۔ جن کی بناء پر آپ کو یقین ہے کہ آپ لوگ فتح و ظفر کے ساتھ قادیان جائیں گے ساتھ ہی وہ احباب یہ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ جب قادیان سے ہجرت کے بارے میں الہامات موجود تھے۔ تو آپ لوگوں نے ان سے وقت پر کیوں فائدہ نہ اٹھایا۔ پیشتر اس کے کہ ہجرت کے بارے میں مختصراً ایسے واقعات و الہامات بیان کئے جائیں۔ جن کو تسلیم کرنے کے لئے دشمن بھی مجبور ہو جائے۔ صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ محبت وعقیدت بسا اوقات انسان پر اس طرح غالب ہوتی ہے کہ وہ اپنے محبوب انسان یا محبوب مقام کو تکلیف پہنچنے یا ضائع ہونے کے تصور تک کو بھی گوارا نہیں کرتا۔ اسی انسانی جذبہ کے ماتحت ہم میں سے بہتوں نے اس طرف دھیان نہ دیا مگر یہ آئندہ ہونے والے واقعات سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر الہاماً یوں ظاہر کئے گئے تھے۔

(۱) نرید ان ننزل علیک اسراراً من السماء و نمزق الاعداء کل ممزق ونری فرعون وھامان .... ذالک فضل اللہ وفی اعینکم عجیب ٥

یعنی ہمارا ارادہ یہ ہے کہ کچھ اسرار تیرے پر آسمان سے نازل کریں اور دشمنوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں اور فرعون اور ہامان اور ان کے لشکروں کو وہ باتیں دکھا دیں۔ جن سے وہ ڈرتے ہیں۔ ہم نے کتوں کو تیرے پر مسلط کر دیا۔ اور درندوں کو تیری بات سے غصہ دلایا۔ اور سخت آزمائش میں تجھے ڈالا یا سو تو ان کی باتوں سے کچھ غم نہ کر۔ تیرا رب گھات میں ہے وہ خدا جو رحمٰن ہے وہ اپنے خلیفہ سلطان کے لئے مندرجہ ذیل حکم صادر کرتا ہے:۔ کہ اس کو ایک ملک عظیم دیا جائے گا اور خزائن علوم و معارف اس کے ہاتھ پر کھولے جائیں گے۔ اور زمین اپنے رب کے نور سے روشن ہو جائے گی۔ یہ خدا کا فضل ہے اور تمہاری آنکھوں میں عجیب ہے (تذکرہ صفحہ ۱۸۹ اوائل ۱۸۹۱ء)

(۲) یاتی علیک زمن کمثل زمن موسیٰ۔

یعنی تم پر ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے جو موسےؑ کے زمانہ کی طرح ہوگا۔

(تذکرہ صفحہ ۴۳۲ مورخہ ۲۱ دسمبر ۱۹۰۲ء)

(۳) "میں کسی اور جگہ ہوں اور قادیان کی طرف آنا چاہتا ہوں۔ ایک دو آدمی ساتھ ہیں۔ کسی نے کہا راستہ بند ہے۔ ایک بڑا بحر ذخار چل رہا ہے۔ میں نے دیکھا کہ واقعہ میں کوئی دریا نہیں۔ بلکہ ایک بڑا سمندر ہے۔ جیسے سانپ چلا کرتا ہے۔ ہم واپس چلے آئے کہ ابھی راستہ نہیں اور یہ راہ بڑا خوفناک ہے"

(تذکرہ صفحہ ۴۳۳ مورخہ ۲۳ دسمبر ۱۹۰۲ء)

(۴) "داغ ہجرت" (الہام مورخہ ۱۰ دسمبر ۱۸۹۴ء۔ مطبوعہ ریویو آف ریلیجنز جون ۱۹۱۴ء صفحہ ۲۲۳)

(۵) "دیکھا کہ میں مصر کے دریائے نیل پر کھڑا ہوں۔ اور میرے ساتھ بہت سے بنی اسرائیل ہیں اور میں اپنے آپ کو موسےؑ سمجھتا ہوں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم بھاگے چلے آتے ہیں نظر اٹھا کر پیچھے دیکھا تو معلوم ہوا کہ فرعون ایک لشکر کثیر کے ساتھ ہمارے تعاقب میں ہے۔ اور اس کے ساتھ بہت سامان مثل گھوڑے گاڑیوں رتھوں وغیرہ کے ہے اور وہ ہمارے بہت ہی قریب آگیا ہے۔ میرے ساتھی بنی اسرائیل بہت ہی گھبرائے ہوئے ہیں۔ اور اکثر ان میں سے بے دل ہو گئے ہیں۔ اور بلند آواز سے چلاتے ہیں کہ اے موسےؑ ہم پکڑے گئے تو میں نے بلند آواز سے کہا۔ کلّا انّ معی ربی سیھدین اتنے میں میں بیدار ہو گیا۔ اور زبان پر یہی الفاظ جاری تھے"۔

(تذکرہ صفحہ ۴۲۹ مورخہ ۱۹ جنوری ۱۹۰۳ء)

ان الفاظ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایسے لوگ ظاہر ہوں گے۔ جن کے افعال اور کردار فرعون اور ہامان کی طرح کے ہوں گے۔ وہ لوگ قادیان پر غلبہ پالیں گے اور اس وقت درندوں کو غصہ دلایا جائیگا (جو درندگی سکھ قوم کے بعض لوگوں نے تقسیم کے وقت ظاہر کی تھی۔ اس کی مثال تاریخ میں ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتی۔ پھر ان الہامات سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ جماعت احمدیہ کے امام پر موسےؑ جیسا زمانہ آئے گا۔ اور وہ اپنی قوم لے کر ہجرت کرے گا۔ مگر اس ہجرت میں اس پاک امام (ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز) اور اس کی جماعت کے ساتھ خدا تعالیٰ کا کریمانہ سلوک ہوگا اور دشمن کی یہ ساعی کہ حضرت امام ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اور ان کی جماعت کو ذلیل کیا جائے اس سے خدا تعالیٰ ان کو بچائے گا۔ نیز قادیان اور احمدیوں کے درمیان ایک حائل ہونے والا سمندر ہوگا وغیرہ

اگر ۱۹۴۷ء کے ان واقعات کو دیکھا جائے جو احمدیہ جماعت کی قادیان سے ہجرت کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ تو دشمن بھی یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہوگا کہ یہ تمام باتیں من وعن پوری ہو گئی ہیں۔

تذکرہ میں ان الہامات یا دوسرے ایسے الہامات کو پڑھکر واجب الاحترام حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے نے ۲۶ اپریل ۱۹۳۶ء کو ایک خط سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت عالی میں لکھا:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سیدنا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آج کل میں تذکرہ کا کسی قدر مطالعہ کر رہا ہوں۔ مجھے بعض الہامات وغیرہ سے یہ محسوس ہوا ہے۔ کہ شاید جماعت پر یہ وقت بھی آنیوالا ہے۔ کہ اسے عارضی طور پر مرکز سلسلہ سے نکلنا پڑے اور ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ صورت حال غالباً گورنمنٹ کی طرف سے پیدا کی جائے گی۔ اگر میرا یہ خیال درست ہو تو اس وقت کے پیش نظر تیاری کرنی چاہیئے۔ مثلاً مذہبی اور قومی یادگاروں اور شعائر اللہ کی حفاظت کا انتظام وغیرہ۔ تاکہ اگر ایسا وقت مقدر ہے۔ تو جماعت کے پیچھے ان کی حفاظت رہے۔ اور نشانات محفوظ رہیں۔ اسی طرح دوسری باتیں سوچ رکھنی چاہئیں۔

فقط والسلام

دستخط مرزا بشیر احمد ۳۶/۴/۲۶"

اس خط پر سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا یہ نوٹ درج ہے:۔

عزیزم مکرم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

میں تو بیس سال سے یہ بات کہہ رہا ہوں۔ حق یہ ہے کہ جماعت اب تک اپنی پوزیشن کو نہیں سمجھی ابھی ایکماہ ہوا۔ میں اس سوال پر غور کر رہا تھا۔ کہ مسجد اقصےٰ وغیرہ کے لئے گہرے زمین دوز نشان لگائے جائیں۔ جن سے دوبارہ مسجد تعمیر ہو سکے اسی طرح چاروں کونوں پر دور دور مقامات پر مستقل زمین دوز نشانات رکھے جائیں۔ جن کا راز مختلف ممالک میں محفوظ کر دیا جائے۔ تاکہ اگر ان مقامات پر دشمن حملہ کرے۔ تو ان کو از سر نو تعمیر کیا جا سکے *پاسپورٹوں کا سوال بھی اسی پر مبنی تھا۔

دستخط مرزا محمود احمد (خلیفۃ المسیح)

اس کے بعد یہ خط اور اس پر حضرت صاحب والا نوٹ ناظر صاحب اعلےٰ جماعت کے دفتر میں ۲۲ مئی ۱۹۳۶ء کو بھجوا دیا گیا۔

*پاسپورٹوں کے متعلق حضور نے یہ وضاحت فرمائی۔

"اس میں جو یہ فقرہ ہے کہ پاسپورٹوں کا سوال بھی اسی پر مبنی تھا۔ اس کا اشارہ اس طرف ہے کہ انہیں پیشگوئیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے حکم دیا تھا کہ تمام خاندان کے اور سلسلہ کے بڑے بڑے کارکنوں کے غیر ممالک کے پاسپورٹ ہر وقت تیار رہنے چاہئیں۔ تاکہ جب ہجرت کا وقت آئے پاسپورٹ بنانے پر وقت نہ لگے۔ اسی طرح اسی وقت سے میں نے حکم دیا ہوا تھا کہ ایک ایک سیٹ سلسلہ کی کتب کو سات آٹھ مختلف ملکوں میں بھجوا کر سلسلہ کا لٹریچر محفوظ کر لیا جائے"

جہاں ایک طرف یہ ظاہر ہے کہ ہم لوگوں نے

خوش اعتقادی اور محبت کے جذبہ میں ہجرت کے معاملہ پر خاص دھیان نہ دیا۔ وہاں مندرجہ بالا تحریروں سے یہ بھی عیاں ہے۔ کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات سے ثابت ہے کہ قادیان سے ہجرت مقدر تھی اور اسی بزرگ و برتر ہستی نے اس صادق انسان پر صاف الفاظ میں یہ الہام بھی کیا ہاں وہی وحی جو صادق برحق سید الانبیاءؐ سرورِ دوجہاں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہجرت سے پہلے نازل ہوئی تھی۔ انہی الفاظ میں اور انہی حالات میں اور ان کی ہی اتباع میں جس آقا کے مشن کو لے کر ان کا خادم مسیح موعود علیہ السلام اس دنیا میں مبعوث کیا گیا۔ اسی نے قادیان سے ہجرت کرنے کی اطلاعات دے کر فرمایا:۔

ان الذی فرض علیک القرآن
لرادک الی معاد۔ انی مع الافواج
اٰتیک بغتۃً یاتیک نصرتی۔

یعنی وہ خدا جس نے خدمت قرآں تجھے سپرد کی ہے پھر تجھے قادیان میں واپس لائے گا۔ میں اپنے فرشتوں کے ساتھ ناگہانی طور پر تیری مدد کرونگا۔ میری مدد تجھے پہنچے گی۔"

(تذکرہ صفحہ ۲۹۵)

یہ وہ نشان ہیں جن کو خدا تعالےٰ خود اپنی قدرت سے ظاہر کرے گا۔ یہ وہ وعدہ ہے۔ جس کو اللہ تعالےٰ پورا کرے گا۔ یہ وہ پیشگوئی ہے۔ جو اس کے پیارے نے اس سے علم حاصل کر کے دُنیا پر ظاہر کر دی۔ ہجرت ہو چکی۔ مندرجہ بالا اطلاعات کے مطابق جو سالہا سال پہلے خدا تعالےٰ سے حاصل کر کے اس صادق و برحق نبی نے دنیا پر ظاہر کر دیں۔ جن کی اشاعت اخبارات کے ذریعہ اور کتاب کی صورت میں واضح ہو گئیں۔ اب انہی پیشگوئیوں کا دوسرا حصہ یہ ہے:۔

وہ قادر مطلق ہستی جس کے پاس قدرتیں
اور طاقتیں موجود ہیں وہ نکالی ہوئی جماعت
کو اپنے مرکز قادیان میں پھر واپس لائیگا
اور مقررشدہ مشکلات کے بعد وہ ان کو
فتح عطا کرے گا ؎

یہ ہے تقدیر خداوند کی تقدیروں سے

انبیاء کی جماعتوں کے ساتھ ہجرت اور تکالیف ہمیشہ سے وابستہ چلی آئی ہیں ہر دو اس پاک شجر (جس کو نبوت کہتے ہیں) کے شیریں ثمار ہیں۔ خدا تعالےٰ کی محبت کا ایک کرشمہ ہیں۔ مومنوں کے ایمان کی ازدیادی کا موجب اور دشمنوں کے لئے نشان ہونے کے علاوہ ان کی ہدایت کے لئے بھی مشعلِ راہ ہیں مگر کورچشم دشمن ان نشانات پر ہنستا ہے۔ وہ ایسے واضح برہان پر استہزاء کرتا ہے۔ مگر وہ انسان جس کی عقل سلب نہیں ہوئی۔ جس کی ضمیر تا حال محفوظ ہے اور جو سعید ہے۔ وہ اس سے سبق حاصل کرے گا۔ وہ اسباب کا قطعاً خیال نہیں کرے گا کہ دشمن کیا کہتا ہے۔ بلکہ وہ خدا تعالیٰ م

کیا نبی کسی کا شاگرد نہیں ہوتا؟

امیر شریعت احرار کے مایۂ ناز اعتراض کا مفصل جواب

(از مکرم ملک عبد الرحمٰن صاحب خادم بی اے ایل ایل بی پلیڈر گجرات)

احراری امیر شریعت سید عطاء اللہ صاحب بخاری کا سب سے بڑا اعتراض بانیٔ سلسلہ احمدیہ پر یہ ہے کہ انہوں نے بعض دنیوی علوم انسانوں سے سیکھے۔ احراری امیر شریعت کا دعوٰی ہے۔ کہ کوئی نبی کسی دوسرے انسان کا شاگرد نہیں ہوتا۔ یہ وہ اعتراض ہے جو ہر مقام پر جہاں احرار کا جلسہ ہُوا امیر شریعت احرار کی طرف سے دہرایا گیا۔ اور اس پر اتنا زور دیا گیا کہ بجا طور پر یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ احراری امیر شریعت کے مبلغ علم کے مطابق یہ سب سے بڑا "علمی" اعتراض ہے۔ جو وہ احمدیت پر کر سکتے ہیں۔ چنانچہ احراری اخبار "آزاد" کے کانفرنس نمبر مطابق ۲۶ دسمبر ۱۹۵۰ء صفحہ ۱۰ پر ملتان کانفرنس میں سید عطاء اللہ صاحب بخاری کی تقریر کے سلسلہ میں یہ درج ہے:۔

" یہاں ایک بات کہہ دوں۔ یاد رکھئے گا حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر پیغمبر آخر الزمان حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک کوئی نبی اور کوئی پیغمبر پڑھا لکھا نہیں آیا...

..... اور پڑھا ہو بھی کیسے؟ وہ پیغمبر ہی کیا جو کسی استاد کے آگے زانوئے ادب طے کرے؟ .... تعلیم انبیاءؑ کا سلسلہ کسی انسان کے ساتھ نہیں ہوتا بلکہ انبیاء کی تعلیم خدا تعالےٰ کے سپرد ہوتی ہے"

پھر یہی احراری امیر شریعت گجرات کانفرنس منعقدہ ۳۰/۱/۴۹ میں فرماتے ہیں:۔

"دُنیا کے تمام نبی اُمّی تھے" (تعمیر نو گجرات کا تبلیغ نمبر ۵ دسمبر ۱۹۴۹ء صفحہ ۹)

قارئین کرام! اس اعتراض کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ دنیا میں کوئی نبیؑ پڑھا لکھا نہیں آیا۔ تمام انبیاءؑ اُمّی تھے۔ اور یہ کہ کوئی نبی کسی کا شاگرد نہیں ہوتا۔ اگر شاگرد ہو جائے تو وہ نبی نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ "وہ پیغمبر ہی کیا جو کسی استاد کے آگے زانوئے ادب تہ کرے"

دعوےٰ بے دلیل

جب ہم ان دونوں اعتراضوں پر نظر ڈالتے ہیں۔ تو پہلا سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ امیر شریعت احرار نے یہ "علمی" مسئلہ کس کتاب سے اخذ کیا ہے؟ کیا یہ معیارِ نبوت قرآن مجید کی کسی آیت میں ہے؟ کسی صحیح یا ضعیف حدیث میں ہے۔؟ کیا علماء امت نے اس نظریہ کو پیش کیا ہے؟ کیا انبیاءِ سابق کی کتب میں کہیں یہ نکتۂ معرفت بیان کیا گیا ہے۔؟ ہم بلا خوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ جملہ مذاہب کی قدیم و جدید سب کتب چھان مارو یہ معیار کسی جگہ بھی نہ پاؤ گے۔

ہمارے عقیدہ کے مطابق ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء دنیا میں آئے۔ ان میں سے بعض پہ کتابیں بھی نازل ہوئیں۔ سب سے مکمل اور اکمل شریعت ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ جس کے بارے میں ارشادِ خداوندی ہے۔ کہ لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین (انعام ع ۲۲)

کہ کوئی خشک یا تر چیز دنیا کی ایسی نہیں ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں نہ ہو۔ کیونکہ یہ "کتاباً مفصلاً" یعنی ہر مسئلہ کو بیان کرنے والی کتاب ہے۔ لیکن تعجب ہے کہ یہ "نکتۂ معرفت" کہ کوئی نبی کسی دوسرے کا شاگرد نہیں ہوتا" قرآن مجید میں بھی موجود نہیں۔ پس اگر احراری "امیر شریعت" کا بیان کردہ معیار معیارِ نبوت تھا۔ تو ضروری تھا کہ قرآن مجید میں اس کا بیان ہوتا۔ اگر قرآن مجید میں اس کی سند نہیں تھی تو کم از کم حدیث نبویؐ ہی میں کہیں اس کا ذکر ہوتا لیکن یہ حقیقت ہے کہ قرآن مجید اور حدیث سے ہرگز اس کی سند پیش نہیں کی جا سکتی۔ پس احراری "امیر شریعت" کا یہ ادعا محض ایک دعوئے بے دلیل اور قولِ بے سند ہے جسے کوئی انصاف پسند انسان درخورِ اعتناء نہیں سمجھ سکتا۔

لیکن اس کے برعکس قرآن مجید سے بھی یہ ثابت ہے۔ کہ یہ مزعومہ معیار غلط اور خلافِ واقعات ہے۔ اور حدیث اور اقوال علماءِ سلف سے بھی اس کی تردید ہوتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:۔

قرآن مجید کی شہادت

قرآن مجید میں ہے۔ "قال لہ موسیٰ ھل اتبعک علی ان تعلمن مما علمت رشداً" (الکہف ع ۹) اس آیت کا ترجمہ تفسیر حسینی میں یوں درج ہے:۔

"کہا حضرت موسےٰؑ نے خضر علیہ السلام سے کہ کیا پیروی کروں میں تیری اس شرط پر کہ تو سکھا دے مجھے اس چیز میں سے جو تجھے سکھایا ہے ایسا علم کہ موقوف ہو رشد پر" (تفسیر قادری المعروف بہ تفسیر حسینی مترجم اردو جلد اصفحہ ۶۲۳)

اس آیت سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام نے (جو خدا تعالےٰ کے ایک عظیم الشان نبی تھے بلکہ صاحب شریعت نبی تھے) ایک دوسرے انسان کے سامنے زانوئے تلمّذ تہ کیا" اور درخواست کی کہ مجھے بھی وہ علم سکھلائیے جو آپ کو حاصل ہے اگر بقول "امیر شریعت" احرار یہ درست ہے۔ کہ "وہ پیغمبر ہی کیا جو کسی استاد کے آگے زانوئے ادب تہ کرے" تو پھر نعوذ باللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نبوت سے بھی ہاتھ دھونا پڑتا ہے؛

تفسیر سے

(ب) اس آیت کی تفسیر میں امام بیضاوی لکھتے ہیں:۔

۴ کی آواز کو اپنے روحانی کانوں سے سنے گا۔ وہ دنیا کی پرواہ نہیں کرے گا۔ اور اپنے مالک حقیقی کی طرف لبیک لبیک کہتے ہوئے ابراہیمی پرندوں کی طرح پرواز کرنے کی کوشش کرے گا۔ اور اس کی سعی کے نتیجہ میں اس کا خالق جذبۂ وددیت سے ملائکہ کو حکم دے گا۔ کہ وہ اس کے بندوں کو سیدھے راستہ سے لا کر اس سے ملا دیں اس طرح وہ اپنے اس ارشاد کی صداقت کا ثبوت دے گا۔

"والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا

جس کے کان سننے کے ہیں وہ سن لے کہ یہ خدا تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ ہاں اسی خدا کا جو اپنے پیاروں کی صداقت کو ظاہر کرنے کے لئے ان کو علم غیب سے آگاہ کرتا ہے۔ جو ان ہی پاک لوگوں کے ذریعہ سے اپنی مخلوق پر اپنی ہستی کا ثبوت پیش کرتا ہے۔ وہ ان ہی پیاروں کے ذریعہ سے آئندہ ہونے والے واقعات کی اطلاع دیتا ہے۔ اور پھر انہی کی زبان سے تحدی کے ساتھ کہلواتا ہے ؎

وحی حق کی بات ہے ہو کر رہیگی بے خطا
کچھ دنوں کر صبر ہو کر متقی اور بردبار

"ولا ینافی نبوتہ وکونہ صاحب شریعۃ ان یتعلم من غیرہ مالم یکن شرطاً فی ابواب الدین فان الرسول ینبغی ان یکون اعلم ممن ارسل الیہ فیما بعث بہ من اصول الدین وفروعہ لا مطلقاً وقد راعی فی ذالک غایۃ التواضع والادب واستجھل نفسہ واستأذن ان یکون تابعالہ وسأل منہ ان یرشدہ وینعم علیہ بتعلیم بعض ما انعم اللہ تعالٰے علیہ"

(تفسیر بیضاوی زیر آیت بالا سورۃ کہف ع۹ مطبع مجتبائی دہلی جلد۱ صفحہ ۳۵۵ و مطبع احمدی جلد۱ صفحہ ۴۸۶) یعنی حضرت موسےٰ علیہ السلام کا کسی دوسرے کی ایسے امور میں شاگردی اختیار کرنا جو اصول دین میں سے نہ ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نبی بلکہ صاحب شریعت ہونے کے منافی نہیں۔ کیونکہ نبیؑ کے لئے صرف ان امور میں اپنے غیروں سے زیادہ عالم ہونا ضروری ہوتا ہے۔ جو امور اصول یا فروع دین سے متعلق ہوں۔ مگر عام دنیوی علم نبی غیروں سے سیکھ سکتا ہے۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام نے حضرت خضر کے سامنے کمال انکسار اور ادب کا مظاہرہ کیا اور اپنے آپ کو بہت کمتر ظاہر کیا۔ اور ان سے ان کی تابعداری کرنے کی اجازت مانگی نیز یہ درخواست کی کہ وہ علوم جو اللہ تعالٰے نے ان کو سکھائے ہوئے تھے۔ وہ موسیٰ علیہ السلام کو پڑھائیں"۔ فرمایئے بخاری صاحب! ایک نبیؑ کسی استاد کے آگے "زانوئے ادب تہ" کر رہا ہے یا نہیں؟

(ج) تفسیر حسینی میں اس آیت کے تحت لکھا ہے:۔

"موسےٰ علیہ السلام نے سلام کیا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کپڑا اپنے منہ پر سے ہٹا کر جواب دیا اور پوچھا تم کون ہو؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام بولے کہ میں موسےٰ ہوں۔ بنی اسرائیل کا نبی ہوں حق تعالٰے نے مجھے حکم فرمایا ہے۔ کہ تم سے صحبت رکھوں اور کچھ سیکھوں"

پھر لکھا ہے۔

"رسول ایسا چاہیئے کہ جن کی طرف بھیجا گیا ہو ان سے اصول اور فروعِ دین کا زیادہ عالم ہو۔ جو ان کی طرف لایا ہے۔ اور جو علم اس قبیل سے نہیں اس کی تعلیم امورِ نبوت کے منافی نہیں۔ اور "وانتم اعلم باموردنیاکم" اس قول کی مؤید ہے"

(تفسیر حسینی جلد۲ صفحہ ۶۳۰)

(د) تفسیر جلالین میں درج ہے:۔

"لان الزیادۃ فی العلم مطلوبۃ"

کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام نے یہ درخواست ان سے اس لئے کی کیونکہ موسےٰ علیہ السلام اپنے علم میں اضافہ کرنا چاہتے تھے۔

پھر آگے لکھا ہے:۔

"فقبل موسےٰ شرطہ رعایۃ الادب المتعلم مع العالم"

"پس موسےٰ علیہ السلام نے ان کی شرط اس ادب کی رعایت سے جو ایک شاگرد کو استاد سے ہوتا ہے منظور کر لی"

ان حوالجات سے روز روشن کی طرح ثابت ہوگیا۔ کہ اگر نبی عام علوم دوسرے سے سیکھ لے اور ان کے حصول کے لئے کسی دوسرے کے آگے "زانوئے ادب تہ" کرلے۔ تو کوئی حرج نہیں ہوتا۔ اگر کوئی کہے کہ حضرت خضر آخر کار نبی تو تھے۔ تو اول تو خود حضرت خضر کا نبی ہونا ایک ایسا مسئلہ ہے۔ جس میں علماء کا اختلاف ہے۔ چنانچہ تفسیر جلالین میں لکھا ہے:۔

(فوجدا عبداً من عبادنا اٰتینٰہ رحمۃ من عندنا) نبوۃ فی قول وولایۃ فی اٰخر وعلیہ اکثرالعلماء"

(تفسیر جلالین مطبوعہ مصر صفحہ ۲۳۴)

کہ خضر کو ہم نے اپنے پاس سے "رحمت" دی تھی۔ یعنی ایک قول کے مطابق نبوت اور دوسرے قول کے مطابق ولایت اور اکثر علماء کا مذہب یہی ہے کہ انکا درجہ ولایت ہی تھا۔ قریباً یہی مضمون تفسیر حسینی مترجم اردو جلد۱ صفحہ ۶۳۷ پر بھی درج ہے۔

دوسرے احراری امیر شریعت کا اعتراض تو یہ تھا کہ "وہ پیغمبر ہی کیا جو کسی استاد کے آگے زانوئے ادب تہ کرے۔ پیغمبر اور نبی تو اللہ تعالٰے کی گود میں پڑھتے ہیں۔ وہ تو اللہ سے پڑھتے ہیں"

اب اگر یہ نظریہ درست ہوتا۔ تو حضرت موسےٰ علیہ السلام کو بھی وہ علم جو وہ حضرت خضر سے سیکھنے کے لئے گئے تھے۔ اللہ تعالٰے ہی کی گود میں پڑھنا چاہیئے تھا۔ نہ کہ حضرت خضر کے دربار میں حاضر ہو کر اور ان کے آگے زانوئے ادب تہ کرکے۔

علاوہ ازیں یہ نظریہ جو امیر شریعت احرار نے پیش کیا ہے کہ انبیاء تو اللہ تعالٰے کی گود میں پڑھتے ہیں ایک لحاظ سے قابل غور ضرور ہے کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء کی تربیت ظاہری اور باطنی کا کفیلِ حقیقی اللہ تعالٰے ہوتا ہے اور وہی مسبب الاسباب ان کے لئے ایسے اسباب مہیا فرما دیتا ہے۔ جن سے ان کی تربیت مکمل ہوتی ہے۔ تب تو یہ نظریہ درست ہے۔ لیکن اگر مراد یہ ہے کہ انبیاء کی تعلیم و تربیت براہِ راست بغیر کسی واسطہ اور سبب کے اللہ تعالٰے ہی کرتا ہے۔ یعنی کوئی انسان درمیان میں واسطہ نہیں ہوتا۔ تو یہ بالبداہت باطل ہے۔ کیونکہ جملہ انبیاء کی تربیتِ جسمانی انسانوں کے واسطہ سے ہوئی۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام کی تربیت کے لئے فرعون مصر کو واسطہ بنایا گیا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔ خصوصاً یہ آیت الم نربک فینا ولیداً (شعراء ع۲)

کہ کیا ہم نے اس وقت تیری تربیت نہیں کی جب کہ تو بچہ تھا؟ اور حضرت موسےٰ علیہ السلام نے فرعون کے اس احسان کو تسلیم فرمایا ہے (وتلک نعمۃ تمنھا علیّ ان عبدت بنی اسرائیل،، پھر خود ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیتِ جسمانی حضرت کی والدہ ماجدہ حضرت حلیمہ اور حضرت عبد المطلب اور بعد ازاں حضرت ابو طالب کے ذریعہ سے کرائی گئی۔ پس گو نبی کی جسمانی تربیت بھی اللہ تعالٰے ہی کرتا ہے۔ اور یہ درست ہے کہ نبی خدا کی گود ہی میں پلتا ہے۔ لیکن ماں باپ کی گود اور بعض اوقات دوسرے انسانوں کی کفالت کا واسطہ بھی درمیان میں ضرور ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالٰے ہی مسبب الاسباب ہے۔ یہی حال انبیاء کی تعلیم کا بھی ہے۔

پس "امیر شریعت احرار" کا ادعا شریعت اسلامی کی رو سے باطل اور بے حقیقت ثابت ہوا

حدیث کی شہادت

واقعات سے بھی یہ ثابت ہے کہ انبیاء نے دنیوی تعلیم عام انسانوں سے حاصل کی۔ ثبوت کے لئے حدیث نبوی مندرجہ بخاری شریف ملاحظہ ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

"اذا کان بھا اھل ابیاتٍ منھم شب الغلام و تعلم العربیۃ منھم"۔

(بخاری کتاب بدءُ الخلق باب یزفون النسلان فی المشی جلد۲ صفحہ ۱۵۵ مطبع عثمانیہ مصر و تجرید بخاری مترجم اردو شائع کردہ فیروز الدین اینڈ سنز سنہ ۱۳۴۱ھ ہجری جلد۲ صفحہ ۱۳۶)

یعنی جب چشمہ زمزم کے اردگرد کچھ گھر آباد ہوگئے۔ تو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام جوان ہوئے اور انہوں نے ان (بنو جرہم) سے عربی زبان سیکھی۔

یہ حدیث صحیح ہے۔ جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ میں ہے۔ جس میں صاف صاف الفاظ میں بتایا گیا ہے۔ کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے (جو نبی تھے) بنو جرہم سے (جو غیر نبی تھے) عربی زبان پڑھی۔

قرآن مجید اور حدیث صحیح کی ان ناقابل تردید شہادتوں سے قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہے۔ کہ احراری "امیر شریعت" کا یہ دعوےٰ کہ "کوئی نبیؑ کسی دوسرے کا شاگرد نہیں ہوسکتا" کلیتہً بے بنیاد ہے۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ انہوں نے ایسا بودا اعتراض کرکے قرآن اور حدیث سے خود اپنی ہی ناواقفیت کا ثبوت دیا ہے۔

کیا تمام انبیاء اُمّی تھے؟

اب ہم اس سوال پر غور کرتے ہیں۔ کہ کیا جملہ انبیاء علیہم السلام اُمّیٔ محض تھے؟ امیرِ شریعتِ احرار کا یہ قول اوپر نقل ہو چکا ہے:۔

"یاد رکھیئے گا۔ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک کوئی نبی اور کوئی پیغمبر پڑھا لکھا نہیں آیا"۔ کتنا بڑا دعوےٰ ہے؟

لیکن کیا یہ درست بھی ہے؟ اور کیا اس قول کی کوئی سند قرآن یا حدیث یا اقوال علماء سلف میں ہے؟ اس سوال کا جواب بھی یقیناً نفی میں ہے۔

امی ہونا ہمارے سید و مولیٰ کی خصوصیت ہے

افسوس ہے کہ احراری امیر شریعت نے احمدیت کے بغض سے اندھا ہو کر ایک ایسی بات کہدی ہے۔ جو اگر درست ہو تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وہ فضیلت جو حضور کو جملہ انبیاء علیہم السلام پر حاصل ہے ختم ہو جاتی ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں ہے:۔

"یتبعون الرسول النبیّ الامّی الذی یجدونہ مکتوباً عندھم فی التورٰۃ والانجیل"

(اعراف ع۱۹)

کہ حضور وہ امیّ نبی ہیں۔ جس کی پیشگوئی توراۃ اور انجیل میں کی گئی تھی۔ یعنی توراۃ اور انجیل میں یہ خبر دی گئی تھی۔ کہ ایک "امیّ نبی" دنیا میں مبعوث کیا جائیگا۔

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ دعوۂ نبوت سے قبل "امیّ ہونا" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک ایسی منفردہ علامت ہے۔ جس سے حضورؐ کو شناخت کیا جا سکتا ہے۔ پس اگر یہ مان لیا جائے کہ "حضرت آدم سے لے کر حضرت عیسےٰ علیہ السلام تک جملہ انبیاء ہی امیّ تھے" تو پھر "الرسول النبی الامی" فرمانے میں کیا خصوصیت تھی۔ جو حضور کی اُمّیّت کا بالخصوص ذکر کیا گیا؟ ظاہر ہے کہ اس سے یہی بتانا مقصود تھا کہ پہلے انبیاء کی تعلیم تو انسانی وسائل سے ہوئی مگر وہ موعود ایک ایسا نبی ہوگا۔ جس کی تعلیم کسی انسانی وسیلہ سے نہیں ہوئی ہوگی۔ اور ان پڑھ ہوگا مگر اس کے باوجود اس کو وہ کتاب عطا کی جائے گی جو پہلے تعلیم یافتہ انبیاء یعنی حضرت موسےٰ علیہ السلام عیسےٰ اور داؤد و سلیمان۔ ادریس وغیرہ انبیاء علیہم السلام کی کتابوں اور وحیوں سے اعلیٰ و افضل

(باقی صفحہ پر)

خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ

ادب کے لحاظ سے خدا تعالیٰ ہی کہنا چاہیئے!

اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے محض "خدا" یا "اللہ" کہنا غیر مناسب معلوم ہوتا ہے۔ احباب کو چاہیئے کہ "اللہ تعالیٰ" یا "خدا تعالیٰ" کہا کریں۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کی غرض الٰہی صفات اور عظمت کو قائم کرنا ہے۔ اِس لئے زبان پر بھی اللہ تعالیٰ کا نام آتے وقت اُسکی بلندیٔ شان کا اظہار ہونا چاہیئے

مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ رتن باغ میں میرے عرض کرنے پر سیّدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز نے فرمایا۔ کہ ادب کے لحاظ سے خدا تعالیٰ ہی کہنا چاہیئے۔ مجھے خدا تعالیٰ سے یہ محبت حضور ہی کی پیروی میں ملی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔ ع

تجھے دنیا میں ہے کِس نے پکارا ... کہ پھر خالی گیا قسمت کا مارا

جے توں میرا ہو رہیں سب جگ تیرا ہو

ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقاء ہے ... اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے

میرا تجربہ ہے کہ جسکو خدا تعالیٰ کی محبت مِل جائے وہ دنیا میں کسی سے نہیں ڈرتا اور خدا تعالیٰ کہنے میں بڑی ہی برکات ہیں (دیدہ عشرۃ الہائی)

(مبلغ دو صد۲ روپیہ انعام حاصِل کریں)

نوٹ:۔ پاکستان میں جو روزانہ (اردو) اخبار اس بات کی چھ ماہ تک متواتر پابندی کرے گا۔ کہ خدا تعالیٰ کی عظمت کا جہاں بھی اُس کا نام لکھے۔ مزید اظہار تحریری کرے یعنی خدا تعالیٰ یا اللہ تعالیٰ لکھے۔ اور کسی جگہ بھی خالی خدا یا اللہ نہ لکھے۔ اُس کو میں دو صد روپیہ اس پابندی کرنے پر پیش کروں گا۔ جو اخبار اس بات کا عہد کرے۔ وہ اس عرصہ کے لئے اپنا روزنامہ مجھے ہر ماہ وی۔ پی کر دیا کرے۔ تاکہ اخبار کی قیمت بھی میں ادا کر دیا کروں۔ چھ ماہ تک میں خود اس پابندی کا التزام دیکھ کر دو صد روپیہ پیش کردوں گا تاکہ آئندہ اس اخبار کو یہ عادت پڑ جائے۔

میاں سراج الدّین سائیکل مرچنٹ نیلہ گنبد ـــــ لاہور

فون نمبر ۳۴۰۰

تحفظ پاکستان کا دارومدار خالص گھی پر ہے

- خالص گھی جسم کو توانائی دماغ کو بالیدگی اور روح کو تر و تازگی بخشتا ہے
- خالص گھی جوان امنگوں کو جِلا دیتا ہے
- خالص گھی اور جوانی لازم ملزوم ہیں

لہٰذا بے حد ضروری ہے کہ پاکستان کے نونہالوں کے بازوؤں کی سکت کو دوچند کرنے کے لئے خالص گھی خریدئیے ۔ ہم آپ کو خالص گھی سپلائی کرنے کی ضمانت دیتے ہیں

گھی کے بیوپاریوں کی توجہ کیلئے

- خالص گھی کی فروخت کیلئے ہماری آڑھت کی دوکان پر تشریف لاکر اپنے خالص مال کی مناسب اور معقول قیمت حاصل کریں۔ آپ کے مال کا خالص ہونا آپ کی اور ہماری شہرت کا باعث ہوگا اس لئے گھی فروخت کرنے والے احباب دیانت کو اپنا شعار بنائیں اور ہماری خدمات سے فائدہ اٹھائیں !

پاکستان گھی سٹور اکبری منڈی لاہور

بقیہ صفحہ

ہوگی۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل جو انبیاء تشریف لائے۔ ان میں سے کئی ایسے ہیں۔ جن کے تعلیمیافتہ ہونے کے بارے میں ثبوت موجود ہے احراری "امیر شریعت" فرماتے ہیں۔ کہ "آج تک کوئی نبی نہیں گذرا۔ جو لکھنا پڑھنا جانتا ہو" اور بقول ان کے اگر کسی مدعی نبوت کے بارے میں یہ ثابت ہو جائے۔ کہ وہ لکھنا پڑھنا جانتا تھا۔ تو یہی امر اس کے ابطالِ دعوے کے لئے کافی ہے۔ لیکن ان کا یہ ادعا محض عدمِ علم کی وجہ سے ہے۔ ملاحظہ ہو:۔

(۱) تاریخ کی مشہور کتاب سیرت ابن ہشام میں لکھا ہے:۔

"سام بن نوح بن لامک بن متوشلخ
اف ا اخنوح (یہی ادریس پیغمبر
ہیں۔ اور انہی کو پہلے نبوت ملی ہے)
اور انہی نے قلم سے لکھنا ایجاد کیا ہے"

(سیرت ابن ہشام مترجم اردو مطبوعہ رفاہ عام سٹیم پریس لاہور ۱۹۱۵ء صـ۱)

گویا آدم علیہ السلام کے بعد جو پہلا نبی آیا۔ وہی لکھنا پڑھنا جانتا تھا۔ اور اپنے ہاتھ سے اور اپنے قلم سے لکھتا تھا۔

یقیناً احراری امیر شریعت حضرت ادریسؑ کے زمانے میں ہوتے اور ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کتابیں دیکھتے۔ تو یقیناً ان کی نبوت کا بھی یہ کہتے ہوئے انکار کر دیتے۔ کہ "نبی تو ہوتا ہی وہ ہے جو اُمّیٔ محض ہو۔ لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو۔ لیکن چونکہ آپ لکھنا پڑھنا جانتے ہیں۔ اس لئے میں آپ کو نبی ماننے سے انکار کرتا ہوں" العیاذ باللہ

(۲) قرآن مجید میں ہے۔ کہ مخالفینِ اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرتے ہیں۔ کہ آپ پر قرآن مجید یکدم کیوں نازل نہیں ہوتا۔ تھوڑا تھوڑا کر کے کیوں نازل ہوتا ہے۔ اس اعتراض کا جواب بقول امام بیضاوی یہ ہے:۔

کذالک انزلنا مفرقاً لنقوّی
بتفریقہ فؤادک علی حفظہ
وفہمہ لانّ حالہ یخالف
حال موسٰی وداوٗد وعیسٰے
حیث کان امّیاً وکانوا یکتبون"

(بیضاوی زیر آیت کذالک لنثبت بہ فؤادک فرقان ع۳ بیضاوی مطبوعہ احمدی دہلی ۱۲۷۲ھ جلد ۲ صـ۹۷)

ترجمہ۔ اسی لئے ہم نے قرآن مجید کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے نازل کیا ہے۔ تاکہ ہم اسے متفرق طور پر نازل کرنے سے تیرے دل کو مضبوط کریں۔ تاکہ تو اسے محفوظ کر سکے۔ اور سمجھ سکے۔ یہ اس لئے ہوا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُمّی تھے **لیکن وہ انبیا لکھنا پڑھنا جانتے تھے**

(۳) حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"انہ علیہ السلام لم یکن من
اھل القراءۃ والکتابۃ فلو
نزّل علیہ جملۃ واحدۃ کان
لا یضبطہ ولجاز علیہ الغلط
والسھو وانما انزلت التوراۃ
جملۃ لانہا مکتوبۃ یقرءھا
موسٰی"

(تفسیر کبیر امام رازی جلد ۶ صـ۲۷۲ مطبوعہ مصر)

یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم چونکہ لکھنا پڑھنا نہ جانتے تھے۔ پس اگر آپ پر قرآن مجید یک وقت نازل ہو جاتا۔ تو آپ اسے منضبط نہ کر سکتے اور اس میں غلطی اور سہو کا امکان رہ جاتا۔ لیکن تورات جو بیک وقت نازل ہوئی تھی۔ وہ لکھی ہوئی تھی اور اسے موسٰے علیہ السلام پڑھنا جانتے تھے۔

مندرجہ بالا حوالجات سے روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ نبی کے لئے ان پڑھ ہونا شرط نہیں۔ اور جو شخص یہ کہتا ہے۔ کہ حضرت آدم سے لے کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تک ایک نبی بھی پڑھا لکھا نہیں آیا۔ وہ ایک ایسی بات کہتا ہے۔ جسے کوئی اہل علم تسلیم نہیں کر سکتا پس احرار کے امیر شریعت نے مندرجہ بالا اعتراض کر کے صرف یہ ثابت کیا ہے۔ کہ یا تو انہیں قرآن وحدیث اور تاریخ انبیاء کا علم نہیں۔ اور اگر علم ہونے کے باوجود انہوں نے یہ اعتراض کیا ہے۔ تو پھر یہ امر خود اپنی ذات میں تقوٰی دیانت اور خدا ترسی کے خلاف ہے۔

بخاری صاحب کی ایک "عقلی دلیل"
اور اس کا جواب

اس ضمن میں امیر شریعت احرار نے اپنی عقل کے مطابق ایک "دلیل" بھی دی ہے اور وہ یہ کہ اگر نبی کسی دوسرے کا شاگرد ہو۔ تو ضروری ہے کہ زمانۂ طالب علمی میں استاد نے اس کی "گوشمالی" بھی کی ہوگی۔ پھر بڑے ہو کر دعوئے نبوت کے وقت وہ نبی اس استاد کے سامنے کس طرح آنکھیں اونچی کر سکے گا۔؟ (ملاحظہ ہو تقریر سید عطاء اللہ صاحب بخاری مندرجہ اخبار "آزاد" کانفرنس نمبر بابت ۲۶ر دسمبر ۱۹۵۰ء صـ۱۸)

اس مضحکہ خیز پریشان خیالی کو دیکھکر حیرت ہوتی ہے۔ کہ انسان جب آنکھیں بند کر کے کسی راستبازپر اعتراض کرنا شروع کر دے۔ تو کس طرح اس کی عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے۔ اب کیا یہ درست ہے۔ کہ ہر طالب علم لازماً اپنے استاد کے ہاتھوں پٹا کرتا ہے۔؟

کیا یہ ہمارا روزمرہ کا مشاہدہ نہیں کہ بعض ہونہار طالب علم (جو بڑے ہو کر نبی یا ولی نہیں بنتے) اپنی اعلےٰ قابلیتوں کے باعث اپنے اساتذہ کی طرف سے تحسین وآفرین حاصل کرنیوالے ہوتے ہیں۔ اور کبھی بھی اپنے استاد کے ہاتھوں نہیں پٹتے۔ پس کیا ضرور ہے۔ کہ ہم یہ فرضی صورت خدا کے انبیاء ہی کے بارے میں تسلیم کر کے اس بناء فاسد پر عمارت تعمیر کرنا شروع کریں؟ پھر اگر نبی کے شاگرد بننے کی صورت میں استاد کے ہاتھوں پٹنے کا احتمال ہے۔ تو پھر بیٹا ہونے کی صورت میں اپنے والدین کے ہاتھوں بھی پٹنے کا یکساں احتمال ہے؟ اور ہمارا تجربہ یہ بتاتا ہے کہ جو طالب علم تعلیم کی طرف سے عدم توجہ اور نالائقی کے باعث استاد کے ہاتھوں پٹتے ہیں۔ وہ اپنے والدین سے بھی ضرور مار کھاتے ہیں۔ اندریں حالات بخاری صاحب کو یہ بھی کہنا چاہیئے کہ ضروری ہے۔ کہ نبی کا کوئی ماں۔ باپ یا بڑا بھائی یا چچا یا دادا نہ ہو۔ کیونکہ ممکن ہے کہ بچپن میں اپنے ان بزرگوں میں سے کسی ایک یا ایک سے زیادہ ہاتھوں اس کی گوشمالی ہوتی رہی ہو۔ پھر بڑا ہو کر وہ اپنے بزرگوں کے سامنے کس طرح آنکھ اونچی کر سکے گا۔؟ "امیر شریعت احرار" تو محض قیاس باطل کی بناء پر حضرت مرزا صاحب پر اعتراض کر رہے ہیں۔ حالانکہ ہرگز ثابت نہیں کہ حضرت مرزا صاحب کے استاد نے کبھی آپ کو مارا ہو۔ بلکہ جہاں تک روایات کا تعلق ہے یہ ثابت ہے کہ آپ کے استاد بھی آپ کو بچپن ہی میں عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ لیکن نمعلوم اگر سید عطاء اللہ صاحب بخاری حضرت موسٰے علیہ السلام کے زمانہ میں ہوتے۔ اور ان کے سامنے اپنی آنکھوں سے یہ واقعہ دیکھتے کہ حضرت موسٰے علیہ السلام اپنے ہاتھ میں حضرت ہارون علیہ السلام کی داڑھی اور سر کے بال پکڑ کر جھنجوڑ رہے ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید سورۃ طٰہٰ میں ہے۔ اور حضرت ہارون علیہ السلام یہ فریاد کر رہے ہیں:۔ کہ

"یا بنؤمّ لا تاخذ بلحیتی ولا
برأسی (طٰہٰ ع۵)

کہ اے میری ماں کے بیٹے میری داڑھی اور سر کے بالوں کو نہ پکڑ۔ اور دشمنوں کو خوش ہونے کا موقعہ نہ دے۔ تو پھر معلوم نہیں کہ امیر شریعت احرار حضرت ہارون علیہ السلام کی نبوت کے بارے میں کیا فتوے صادر فرماتے؟ یاد رہے۔ کہ یہ واقعہ حضرت ہارونؑ کو بچپن کی عمر میں پیش نہیں آیا۔ بلکہ اس زمانے کا ہے۔ جب کہ آپؑ نبوت کے منصب پر فائز ہو چکے تھے۔ اور بے قصور تھے۔ اور ظاہر ہے کہ بچپن میں پٹنا اتنا موجب ندامت نہیں ہو سکتا۔ جتنا عالم بزرگی میں۔ ہر عقلمند اور انصاف پسند انسان یہ تسلیم کرے گا۔ کہ تحقیق مذہبی کا ہرگز یہ طریق نہیں۔ کہ فرضی اور مزعومہ قیاسات کی بناء پر انسان آنکھیں بند کر کے اعتراض پر اعتراض کرتا چلا جائے۔ بلکہ صحیح طریق تحقیق وانصاف کلیہ ہے کہ دعوے اور دلیل قرآن مجید اور حدیث صحیح کی سند سے پیش کیا جائے لیکن یہ عجیب بات ہے کہ احراری معترضین کا ہمیشہ سے احمدیت کے خلاف یہی طریق رہا ہے۔ کہ وہ قرآن حدیث اور سنت انبیاء کی طرف سے یکسر آنکھیں بند کر کے احمدیت کے خلاف اپنے بُغض وکینہ کا مظاہرہ کرتے رہتے ہیں۔ اور ایسے ایسے لغو اعتراضات کرتے ہیں۔ جن کی تردید قرآن مجید واحادیث واقوال بزرگان سلف وسنّت انبیاء میں پہلے سے موجود ہوتی ہے

واٰخر دعوانا ان الحمد
للہ رب العالمین ہ

قومی ترقی کا راز عورت کی بیداری میں مُضمر ہے

از محترمہ امۃ المجید صاحبہ ایم اے

قوموں کے کیریکٹر میں عورت کی عادات و اطوار کا بہت دخل ہوتا ہے اگر کسی قوم کی عورتوں کی اکثریت بہادر اور نڈر ہے تو لاریب اس قوم کے اکثر افراد بہادر ہوں گے اور اگر عورتیں تن آسانی اختیار کرلیں تو پوری قوم آہستہ آہستہ زوال پذیر ہونے لگتی ہے

عورت کی اہمیت

ابتدائے آفرینش سے روحانیت اور مادیت کا سلسلہ پہلو بہ پہلو چلتا چلا آرہا ہے۔ ان دونوں سلسلوں کی تاریخ میں عورت کو خاص اہمیت حاصل ہے اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ عورت قومی عائلی، انفرادی اور اجتماعی زندگی کے ہر قسم کے معاملات میں بہت اثر رکھتی ہے۔ تاریخ عالم کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ قدیم ترین زمانوں میں جبکہ تہذیب و تمدن نے کوئی مقررہ شکل اختیار نہ کی تھی عورت قوموں کی ترقی تنزل میں اہم حصہ لیتی رہی ہے اور کئی قسم کے خوشگوار اور ناخوشگوار انقلابات عورت کی ذات سے وابستہ رہے ہیں۔ کائنات کی پیدائش کے وقت حضرت حوا کی لغزش نے نظام عالم بدل دیا۔ اگر حضرت آدم علیہ السّلام حضرت حوا کی بات میں آکر ممنوع درخت کا پھل نہ چکھتے تو خدا تعالےٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ دنیا کا نظام کیا ہوتا۔

حضرت ہاجرہؓ کی بے مثال قربانی

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں حضرت ہاجرہؓ کی بے مثال قربانی نے عورت کی نیک شہرت کو چار چاند لگا دیئے۔ خدا تعالےٰ کو حضرت ہاجرہؓ کی اپنے اکلوتے بیٹے کے متعلق فطرتی اور نسوانی جذبات کی قربانی اسقدر بھائی کہ اس نے رہتی دنیا تک مسلمانوں کے لئے یہ فرض قرار دیدیا کہ جس شخص میں استعداد اور توفیق ہو وہ اس مقام پہ جائے اور ان مقامات بے آب و گیاہ کی زیارت کرے اور دیکھے کہ خدا تعالےٰ کیسا قدردان ہے۔ اس نے ایک عورت کے پرخلوص جذبات کو کتنا سراہا اور کتنا عظیم الشان انجام دیا۔ حضرت ہاجرہؓ کو گذرے ہزاروں سال ہو چکے ہیں لیکن ہزاروں سال کا یہ طویل زمانہ حضرت ہاجرہؓ کے متعلق عقیدت کے جذبات کو کم نہیں کرسکا اور ہر سال ہزاروں ہزار لوگ ان مقامات مقدسہ کی زیارت کے لئے بصد شوق جاتے ہیں اور قیامت تک یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہے گا۔ عورت اپنی صنف کی اس مایہ ناز ہستی پہ جتنا بھی فخر کرے تھوڑا ہے کاش ہم اس بزرگ ہستی کی تقلید کرسکیں اور اس کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق پاسکیں۔

فرعون کی بیوی کی جرأت ایمانی

حضرت موسٰی علیہ السلام کے زمانہ میں فرعون کی بیوی نے جرأت ایمانی کا بے باکانہ اظہار کیا جو اس بات کا ثبوت ہے کہ عورت جب کسی بات کو ٹھیک سمجھتی ہے تو اسے ضرور اپنا لیتی ہے اور دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت بھی اسے راستی سے ہٹا نہیں سکتی۔ ایک طرف دنیا کا سب سے بڑا بادشاہ فرعون اور اس کی مادی قوت اور دوسری طرف خدا تعالےٰ کی وحدت اور اس کا بیکس رسول۔ فرعون کی بیوی نے ان دونوں حقیقتوں کی موجودگی میں فرعون کی خود پرستی اور شرک سے نفرت کا اظہار کیا اور حقیقت کو قبول کیا۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرعون کی بیوی کی بزرگی کا اقرار فرمایا۔ آپؐ نے فرمایا:-

"عورتوں میں سے مریمؑ بنت عمران اور آسیہ امرأۃ فرعون باکمال عورتیں گذری ہیں"

حضرت عیسےٰؑ کی پیدائش سے قبل گمراہی اور ضلالت کا اسقدر دور دورہ تھا کہ خدا تعالےٰ کو مردوں میں سے کوئی مرد اس قابل نظر نہ آیا جو کہ نبی کا باپ ہونے کی سعادت پائے۔ اس وقت خدا تعالےٰ نے اپنے عام قانون کو بدلا اور ایک پارسا عورت حضرت مریم بنت عمران کو ایک رسول کی ماں ہونے کا شرف بخشا دنیا کی تاریخ میں اپنی قسم کی یہ ایک ہی مثال ہے

زمانہ جاہلیت میں عرب میں عورت کی اہمیت اس حقیقت سے ظاہر ہے کہ کسی عرب شاعر کا قصیدہ اس وقت تک فصاحت کے درجہ سے ساقط سمجھا جاتا تھا جب تک کہ قصیدے کے شروع میں عورت کی تعریف نہ کی جاتی۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آپ کی رسالت پر سب سے پہلے ایمان لانے کا فخر بھی ایک عورت یعنی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کو حاصل ہوا۔ اسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے بعد تاریخ بھی عورت کے اہم واقعات سے خالی نہیں۔ مسلمانوں کے سندھ پر حملہ کی کیا وجہ تھی؟ محمدؐ بن قاسم کا سندھ پہ حملہ نتیجہ تھا ایک مظلوم عورت کی آہ و بکا کا!

موجودہ زمانہ کی ایک مثال

ہمارے اپنے زمانہ میں عورت کی اہمیت کی مثال موجود ہے ۱۹۳۶ء میں جارج پنجم شاہ انگلستان نے وفات پائی۔ ملکی قانون کے مطابق ان کے سب سے بڑے لڑکے ایڈورڈ ہشتم کو بادشاہ ہونا تھا لیکن وہ ایک امریکن مسز سمپسن سے شادی کرنا چاہتے تھے۔ پارلیمنٹ کے وزراء اس شادی کے خلاف تھے۔ ایڈورڈ ہشتم کی پوزیشن اس وقت یہ تھی کہ ایک طرف تو ایسی عظیم الشان حکومت کا تخت و تاج تھا جس پہ سورج غروب نہیں ہوتا تھا اور دوسری طرف ایک عورت تھی۔ آخر ایڈورڈ ہشتم نے تقریباً ایک سال کی کشمکش کے بعد انگلستان کے تاج و تخت سے دست برداری کا اعلان کیا اور اس عورت سے شادی کر لی۔

قوم کے کیریکٹر میں عورت کا حصّہ

مختصر یہ کہ قوم افراد سے بنتی ہے اور افراد کے چال چلن کی تشکیل میں عورت کی عادات و اطوار کا بہت دخل ہوتا ہے۔ عام طور پہ دیکھنے میں آتا ہے کہ سادگی پسند ماں کے بچے سادہ۔ آزاد ماں کے بچے نسبتاً زیادہ آزاد۔ تہجد گذار ماں کے بچے تہجد گذار۔ فصیح الزبان ماں کے بچے فصیح الزبان۔ کم گو ماں کی اولاد کم گو۔ لڑاکا ماں کے بچے لڑاکا تنگ ظرف اور متعصب ماں کے بچے تنگ ظرف اور متعصب۔ مذہبی میلان رکھنے والی ماں کے بچے مذہبی میلان رکھتے ہیں۔ چنانچہ ایڈورڈ ولیم لین جو بہت مشہور انگریز مستشرق گذرے ہیں۔ اور جنہوں نے عربی زبان کی بہت بڑی لغت کئی جزووں میں لکھی ہے وہ اپنے سوانح حیات لکھتے ہوئے کہتے ہیں:-

"میری کامیاب زندگی۔ مذہبی میلان اور مشرقی علوم کے حصول میں میری والدہ کی تربیت۔ اعلےٰ اخلاق اور ذہانت کا بہت دخل ہے۔"

غرض جس قسم کے خیالات اور رجحانات کی مالک والدہ ہوگی عام طور پہ کثرت کے ساتھ اس کی اولاد بھی اس کے نقش قدم پہ ہوگی۔ کسی شاعر نے اس حقیقت کا اعتراف ایک شعر میں اس طرح کیا ہے ؎

فلو کنتم لِمکیسۃٍ اکاسَت
وکَیس الامّ یعرف فی البنینا

پس اگر تم ایک ایسی ذہین اور چست عورت کی اولاد ہوتے جو ذہین بچے پیدا کرتی ہو تو تم بھی ذہین اور چست ہوتے (لیکن چونکہ تم ایسی عورت کی اولاد نہیں ہو اس لئے تم کند ذہن اور سست ہو) اور حقیقت تو یہ ہے کہ ماں کی ذہانت بیدار مغزی اور چستی بچوں میں پائی جاتی ہے۔"

کسی نے کیا خوب کہا ہے الرّجل مراۃ المرأۃ مرد عورت کا آئینہ ہے یعنی مرد کے افعال۔ اقوال اور اخلاق اس کے گھر کی عورتوں کے اخلاق کا عکس ہیں۔ اگر کسی خاندان کے افراد علم میں نمایاں ہیں۔ . . . .

. . . .

. . . . تو سمجھ لیجئے کہ اس خاندان کی عورتوں کا رجحان علم کی طرف زیادہ ہے اسی طرح یہی مثال خاندانوں سے نکل کر قوموں پہ چسپاں ہوتی ہے۔ اگر کسی قوم کی عورتوں کی اکثریت بہادر اور نڈر ہے تو اس قوم کے افراد بھی لاریب بہادر اور نڈر ہوں گے۔ جب تک کسی قوم کی عورتوں کے خیالات و افکار بلند اور جذبات زندہ رہتے ہیں۔ وہ قوم ترقی کرتی چلی جاتی ہے لیکن جب عورت پہ غنودگی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ جب عورت تن آسانی میں پڑ کر ملک و قوم کی خاطر قربانی دینا بھول جاتی ہے تو وہ قوم بھی آہستہ آہستہ تنزل اختیار کرتی چلی جاتی ہے۔

قرون اولیٰ میں عورت کی قربانی

قرون اولےٰ کی مسلم خواتین کی بے لوث قربانیوں سے تاریخ کے صفحات بھرے پڑے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل مرد کیا اور عورت کیا سب مذہب سے بیگانہ تھے۔ لیکن جب خدا تعالےٰ کی طرف سے ایک آواز اٹھائی گئی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اس آواز پہ ایک عورت یعنی حضرت خدیجہ نے لبیک کہا اور پھر آپ کے بعد آہستہ آہستہ عورتوں میں ذہنی انقلاب آگیا اور بڑی مستقل مزاجی کے ساتھ عورت نے بھی مردوں کے دوش بدوش مصائب و آلام میں حصہ لیا اور مسلم عورتوں کا نمونہ کئی بڑی ہستیوں کے اسلام قبول کرنے کا باعث ہوا۔ چنانچہ حضرت فاطمہؓ بنت خطاب کے صبر و استقلال نے حضرت عمرؓ کو گھائل کیا اور اسی وجہ سے حضرت عمرؓ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ سُعدیؓ بنت کُریز کے اشارہ سے حضرت عثمانؓ ایمان لائے۔ اُمّ سلیمؓ کی ترغیب سے ابو طلحہؓ مسلمان ہوئے عکرمہؓ نے اپنی بیوی امّ حکیم کے سمجھانے سے اسلام قبول کیا اور امّ شریک کے چٹان سے زیادہ مضبوط ایمان نے ان کے قبیلے کی نہ صرف عورتوں بلکہ مردوں کو بھی مسلمان بنا دیا۔ یہ تمام باتیں نتیجہ تھیں اس ذہنی بیداری کا جو اس زمانے کی عورت نے زمانے کے حالات اور مذہبی انقلاب کے زیر اثر اپنے اندر پیدا کی۔

اس زمانے کی عورت تمام دنیا کو حلقہ بگوش اسلام کرنے اور مسلمانوں کو اسلام کی تعلیم میں رنگین کرنے کے بے پناہ جذبہ سے سرشار تھی۔ اس مقصد کے حصول کیلئے اس نے جان و مال عزت۔ اولاد اور جذبات کی قربانی کی یہاں تک کہ مشکل سے مشکل کام یعنی جنگ میں بھی حصہ لیا۔

ایک واقعہ

ام سلیط انصاریہ اُحد کے دن پانی کی چھاگلیں بھر بھر کر پلاتیں۔ حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب نے ایک محاصرے کے دوران میں ایک یہودی جاسوس کو لکڑی سے مار ڈالا۔ اسی طرح اپنے عزیز بھائی حضرت حمزہؓ کی لاش جسے دشمن نے بگاڑ دیا تھا دیکھ کر مردانہ صبر و ہمت کا ثبوت دیا۔ حضرت حمنہ بنت حجش کا نہایت صبر آزما وقت میں جبکہ آپ کے تین قریبی رشتہ دار یعنی باپ۔ بھائی اور خاوند جنگ میں مارے گئے تھے یہ الفاظ کل مصیبۃ بعدک یا رسول اللہ جلل اس زمانے کی عورت کی فدائیت اور وفاداری پر دال ہیں۔ حضرت ام عمارہ کی جنگی خدمات کا ذکر نہ کرنا ان کی حق تلفی ہے۔ جنگ اُحد میں حضرت عمارہؓ نے مردانہ وار مقابلہ کیا اور کئی زخم کھائے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آپ کے متعلق فرماتے ہیں:۔

"اُحد کے دائیں بائیں میں جس طرف بھی مڑتا تھا ام عمارہؓ کو اپنے ساتھ لڑتے پاتا تھا۔"

اسی طرح آپ نے فرمایا۔

"نسیبہ بنت کعب یعنی ام عمارہ کا مقام فلاں آدمی سے بہتر ہے اور فلاں سے بھی بہتر ہے۔"

اسی طرح اُحد کے دن ان کے بیٹےؓ کو بازو پر ایسا زخم لگا کہ خون بند نہ ہوتا تھا۔ حضرت ام عمارہ نے پٹی کر دی اور کہنے لگیں بیٹا جاؤ اور خدا تعالےٰ کے دشمنوں سے لڑائی جاری رکھو۔ آنحضرتؐ نے یہ نظارہ دیکھا اور ایک عورت کو اپنے زخمی بیٹے کو لڑائی جاری رکھنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا۔

"ومن یطیق ما تطیقین یا ام عمارۃ"

اے عمارہ تجھ جیسی ہمت اور حوصلہ ہر ایک میں نہیں۔ سرورِ کائنات کے یہ الفاظ ایک عورت کے متعلق یہ بتاتے ہیں کہ اسلامی فتوحات میں عورت کی خدمات کا بھی نمایاں حصہ ہے۔ اسی طرح قرونِ اولےٰ کی مسلم خواتین نے علوم دنیا میں بھی وہ دسترس حاصل کی اور اس درجہ تفقہ پیدا کیا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا! اگر تمہیں کسی مسئلے کا حل نہ ملے تو عائشہؓ سے پوچھ لیا کرو اور پھر فرمایا دو نصف دین عائشہؓ سے سیکھو" آپؐ نے یہ الفاظ کسی مرد کے متعلق نہ فرمائے اس زمانے کی عورتوں نے اپنے شاعرانہ جذبات اور قوتوں کو بھی اسلام کے لئے وقف کر دیا۔ لیلیٰ اور خنساء فحول شعراء عرب میں شمار ہوتی ہیں۔ اور خنساء کی شاعری سے تو یورپین مستشرقین بھی متاثر ہیں۔ چنانچہ نکلسن اپنی کتاب۔ "عربوں کی ادبی تاریخ" میں خنسا کی شاعری کے متعلق لکھتے ہیں" خنسا کے طوفان کی طرح امڈتے ہوئے جذبات تیز دھارے کی طرح بہتی ہوئی روانی اور بلند خیالات کی ترجمانی کرنا ناممکن ہے اور ان اوصاف کے ساتھ اعلےٰ درجے کا سادہ و سلیس تاثل

تعریف ہے:۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد

انتہائی مخالف حالات میں مسلم خواتین کی وفا اور تعاون نے مسلمانوں کو قلیل سے قلیل عرصے میں دنیا کے حکمران بنا دیا۔ آخر صحابیات کا یہ مقدس اور پر جوش دور گذر گیا۔ جوں جوں اسلامی سلطنت وسیع ہوتی گئی نئے نئے ملکوں کی رنگا رنگ کی تہذیب بھی ندایان اسلام کو متاثر کئے بغیر نہ رہ سکی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ حدیث کے مطابق مسلمان عورت کی والہانہ عقیدت بھی مدہم پڑ گئی آنحضرتؐ نے خود فرمایا تھا:۔

ما ترکت بعدی فتنۃ اضر علی الرجال من النساء۔ یعنی میں اپنے بعد اپنی امت کے مردوں کے لئے کوئی فتنہ عورت سے زیادہ ضرر رساں نہیں چھوڑ رہا۔ جس طرح مسلمانوں کے اقتدار اور غلبے میں عورت کا حصہ نمایاں تھا۔ اسی طرح مسلمانوں کے تنزل میں بھی عورت کا بہت کچھ ہاتھ ہوا۔ اگر مسلمان عورت کی اکثریت اتنی ہی بیدار۔ باغیرت اور بادین ہوتی جتنی کہ وہ اسلامی فتوحات کے زمانے میں تھی تو مسلمانوں کا اقتدار اسی طرح قائم رہتا۔ جب انگریز ہندوستان میں آئے اس وقت اگر سارے مسلمان نہیں۔ نصف نہیں۔ بیس فیصدی نہیں۔ اگر ہندوستان کی کل مسلم آبادی میں صرف ایک درجن ٹیپو سلطان ہوتے یا دوسرے الفاظ میں صرف بارہ عورتیں حریت پسند ہوتیں جنہوں نے ٹیپو جیسے باغیرت۔ خوددار اور محب الوطن بیٹے جنے ہوتے تو کیا یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ انگریز کالے کوسوں دور سے آکر اس ملک پر حکمران رہ سکتے تھے۔ ایک ٹیپو نے ہی انگریزوں کے دانت کھٹے کر دیئے تھے۔ ظاہر ہے کہ ملک کا اغیار کے ہاتھوں چلے جانا عورت کے جمود کا نتیجہ تھا۔

پاکستان کی مسلمان خواتین

تقریباً سو سال کے بعد خدا تعالےٰ نے مسلمانوں کو پھر سے ایک علیحدہ ملک عطا کیا ہے تاکہ وہ اپنے اعمال کے ذریعہ اسلامی تعلیم کی برتری اور افضلیت کو ثابت کریں اور یہ اہم کام اس وقت تک بخوبی انجام نہیں پا سکتا جب تک کہ پاکستان کی ہر عورت خواہ وہ کسی مذہبی فرقے سے تعلق رکھتی ہو اسلام کی خاطر اپنے ذاتی مفاد اور عیش و آرام کو قربان کرنے کیلئے تیار نہ ہو۔ جب تک سرزمین پاکستان پر بسنے والی ہر عورت کے دماغ میں ایک ذہنی انقلاب پیدا نہیں ہو جاتا اس وقت تک پاکستان کا صحیح معنوں میں اسلامی ملک بننا اگر محال نہیں تو مشکل ضرور ہے۔

ہمارا اصل مدعا جس کے حصول کیلئے ہم نے پاکستان مانگا تھا وہ کما حقہٗ پورا ہوتا نظر نہیں آتا۔ اس کی بڑی وجہ جہاں تک میں سمجھتی ہوں وہ یہ ہے کہ عورت مغرب کی تقلید اور یورپ کی تہذیب و تمدن کے جنگل میں پھنسی ہوئی ہے اور اسی کی پیروی میں وہ پاکستان کی ترقی کا راز سمجھنے لگی ہے۔ یہ ہے وہ خطرناک ذہنیت جو پاکستان کی عورت کے دماغ میں پرورش پا رہی ہے اور جس کی وجہ سے حقیقی اسلامی اصولوں کا قیام معرض التوا میں پڑتا جا رہا ہے۔ بھلا کہاں مغرب اور کہاں مشرق۔ کہاں عیسائیت اور کہاں اسلام۔ موجودہ عیسائیت اور مغربی تمدن اسلام کی ضد ہیں۔ اگر اسلام کی منزل خدا تعالےٰ کے عرفان تک پہنچتی ہے تو مغربی تمدن انسان کو نفس پرستی کے گڑھے میں دھکیلتا ہے اور کوئی انسان مغربی تمدن کی تقلید کر کے روحانیت کو قائم نہیں رکھ سکتا۔ پس پردہ عورت جس کے دماغ کے کسی گوشہ میں بھی یہ خیال پرورش پا رہا ہے۔ اور اکثریت اسی خیال کی حامی ہے کہ پاکستان کی ترقی مغربی اقوام کے بنائے ہوئے دنیاوی اصولوں پر چل کر ہو گی۔ وہ اسلامی حکومت کے قیام میں رکاوٹ پیدا کر رہی ہے۔

پاکستانی خاتون سے خطاب

اے خاتون پاکستان تیری اصلی سمت کے خلاف یہ دوڑ ایک ایسا گناہ ہے جسے آئندہ نسلیں کبھی فراموش نہ کریں گی اور دنیا کی کوئی چیز بھی تیری اس غفلت کے نتائج کی تلافی نہ کر سکے گی کیونکہ جب زمانے کو اپنے غلط اقدام کی ہوش آئے گی تو اسے پھر اسی مقام پر واپس پہنچنا ہو گا۔ جہاں سے کہ وہ دوڑ شروع ہوئی تھی اور پھر آگے اصل منزل کی طرف قدم اٹھایا جائے گا۔ ابھی بہت فاصلہ طے نہیں ہوا۔ ہر دن ہمیں حقیقی منزل سے نزدیک کرنے کی بجائے دور کر رہا ہے۔ اے پاکستان کی صنف نازک! اے توحید کی پرستار تین خداؤں والی یورپی اقوام کی تقلید تجھے زیب نہیں دیتی۔ کسی مشرک کے نقش قدم پر چلنا تیری روایات کے خلاف اور تیری شان کے منافی ہے۔ کیا ملک سے انگریزوں کے چلے جانے کے بعد ان کے تمدن کو اپنانا اور اس کی تقلید میں اصرار کرنا انگریزوں کی زبردست فتح نہیں؟ پس ہوش میں آ اور بیدار ہو تو بے شک اپنے آپ کو بیدار سمجھتی ہے لیکن تیرے اندر ابھی کوئی ذہنی انقلاب پیدا نہیں ہوا۔ غالب نے اپنا لقب اسد اس لئے بدل دیا تھا کہ ایک معمولی شاعر اپنے نام کے ساتھ اسد لکھا کرتا تھا تو کیا تو اسلام کے معاملے میں بھی اتنی غیرت نہیں رکھتی کہ اسلام کو بدنام کرنے والے عیسائیوں کی معاشرت کو اپنانے کی کوشش کر رہی ہے۔ پس اگر تو چاہتی ہے کہ تاریخ میں تیرا نام عزت و احترام سے لیا جائے اور تیرا ملک ان اصولوں پر چل کر ترقی حاصل کرے جو اسلام نے مقرر کئے ہیں۔ تو تن آسانی اور غفلت کو چھوڑ دے قربانی کرنا سیکھ اور اسلام کی ترقی کے ذرائع سوچ۔

اور قافلہ چلتا رہا....

"دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا۔ اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔" (مسیح موعودؑ)

(شیخ محمد احمد پانی پتی)

ساٹھ سال سے زیادہ عرصہ گزرتا ہے۔ دنیا کی اخلاقی حالت انتہائی پستی میں گر چکی تھی۔ ضلالت کا مہیب اندھیرا اقصائے عالم پر چھا چکا تھا۔ گمراہی کے تاریک اور سیاہ بادل نے تمام فضائے عالم کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ اور گناہوں کی ہولناک کڑک اور گرج لوگوں کے دل ہلائے دیتی تھی۔ یہی وہ زمانہ تھا۔ جب ساری دنیا آسمان کی طرف منہ اٹھائے ایک ایسے آدمی کے اترنے کی منتظر تھی۔ جس کی آمد کی خبر اس کے مقدس پیشواؤں نے ہزاروں سال پہلے دے دی تھی۔ یکایک پنجاب کے ایک گوشہ سے ایک آواز اٹھی۔ جس نے بجلی کی طرح تمام دنیا کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ وہ آواز یہ تھی۔

اسمعوا صوت السماء جاء المسیح جاء المسیح

نیز بشنو از زمیں آمد امامِ کامگار

تمام دنیا یہ آواز سنتے ہی مضطرب حیرت میں پڑ گئی۔ لوگوں کی امیدوں کے تمام قلعے جو انہوں نے ایک خیالی مسیح کے آسمان سے اترنے اور ان کو دنیاوی شوکت و عزت اور حکومت عطا کرنے کے متعلق بنائے ہوئے تھے۔ اس للکار کو سنتے ہی مسمار ہو گئے۔ انہوں نے حیرت کے ساتھ دیکھا کہ انہی کی طرح کا ایک شخص بغیر کوئی شان و شوکت اپنے ساتھ لئے دنیا کو بتا رہا ہے۔ کہ جس مسیح اور مہدی کی انتظار میں تم تھے۔ وہ میں ہی ہوں پاپہ تو قبول کر لو اور ابدی رحمت کے وارث بنو۔ وہ آبادی سے بہت ہی دور ہٹ کر ایک چھوٹے سے گاؤں کا باشندہ تھا۔ نہ اس کے پاس روپیہ تھا۔ نہ پیسہ نہ اس کے پاس ہتھیار تھے۔ نہ کسی قسم کی فوج۔ صرف ہاتھ میں قرآن تھا۔ اور جسم میں ایک دردمند دل جو لوگوں کی اخلاقی پستی اور نجاست کو دیکھ کر اور اسلام کی دردناک حالت ملاحظہ کر کے تڑپ رہا تھا۔ اس کا یہی سوز و گداز اور یہی تڑپ تھی۔ جس کو اس خدائے رحیم و کریم نے جو لوگوں کے ظاہر کو نہیں دیکھتا۔ بلکہ ان کے باطن کو دیکھتا ہے قبول کر کے مسیح و مہدی کے مقام پر سرفراز فرما دیا تھا۔

قدیم سے یہی سنت چلی آئی ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کے فرستادہ ابنائے دنیا کے ہاتھوں کلمہ حق کہنے کی پاداش میں ہر قسم کی تکالیف اٹھاتے ہیں۔ بدترین مخالفتوں سے ان کو دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اور گندی سے گندی دشنام دہی ان کو برداشت کرنا پڑتی ہے خدا تعالےٰ کا یہ برگزیدہ بھی ان باتوں سے بچ نہ سکا۔ اور جونہی اس نے یہ اعلان کیا

منم مسیح زماں و منم کلیم خدا
منم محمدؐ و احمدؐ کہ مجتبیٰ باشد

اور ساتھ ہی ایک جماعت کی داغ بیل ڈالی۔ جو اگرچہ تعداد کے لحاظ سے انگلیوں پر گنی جا سکتی تھی۔ مگر دل یقین سے لبریز اور اخلاص سے بھرپور رکھتے۔ تو دنیا میں ایک تہلکہ مچ گیا اور شیطانی طاقتیں ہر قسم کے ساز و سامان اور ہتھیاروں سے لیس ہو کر اس کے اور اس کی جماعت کے مقابل پر نکل آئیں۔ اور اپنی پوری قوت اور پورے زور سے اس پر حملہ کر دیا۔ مگر خدا کا یہ جری شہسوار جس کو جری اللہ فی حلل الانبیاء کا خدائی خطاب حاصل تھا حملہ کی شدت سے قطعی مرعوب نہ ہوا۔ اور اس نے ببانگ دہل اس بات کا اعلان فرمایا۔

"اے تمام لوگو! سن رکھو کہ یہ اس خدا کی پیشگوئی ہے۔ جس نے زمین و آسمان کو بنایا وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دے گا۔ اور حجت اور برہان کی رو سے سب پر ان کو غلبہ بخشے گا۔ وہ دن آتے ہیں بلکہ قریب ہیں کہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہوگا۔ جو عزت کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ خدا اس مذہب اور اس سلسلہ میں نہایت درجہ اور فوق العادت برکت ڈالے گا۔ اور ہر ایک کو جو اس کے معدوم کرنے کی فکر رکھتا ہے نامراد رکھے گا اور یہ غلبہ ہمیشہ رہے گا۔ یہاں تک کہ قیامت آ جائے گی۔..... دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا۔ اور ایک ہی پیشوا میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا۔ اور اب وہ بڑھے گا۔ اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اسکو روک سکے۔"

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۴-۶۵)

مخالفین نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ کسی طرح اس سلسلہ کو نابود کر دیں۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے ہر قسم کے حربوں سے کام لیا۔ آپ کے خلاف کفر کے فتوؤں سے تمام ہندوستان بلکہ ممالک عربیہ میں بھی آگ لگا دی۔ آپ کے خلاف گندے سے گندے الزام لگائے گئے۔ گالیوں سے بھری ہوئی سینکڑوں کتابیں آپ کے خلاف شائع کی گئیں۔ آپ کی جماعت کا ہر طرح بائیکاٹ کیا گیا۔ آپ کو نیچا دکھانے کے لئے عیسائیوں کے ساتھ مل کر مسلمان علماء نے آپ کے خلاف مقدمات دائر کئے۔ اور ان مقدمات میں آپ کے خلاف جھوٹی گواہیاں دیں۔ غرضیکہ کوئی دقیقہ بھی تو نہ تھا جو آپ کو اور آپ کی جماعت کو مٹانے کے جوش میں فروگذاشت نہ کیا گیا۔ مگر مخالفت کا ہر قدم احمدیت کو بڑھانے میں ممد ثابت ہوا۔ اور ہندوستان کے ہر طبقہ کی سرتوڑ مخالفت کے باوجود احمدیت برابر پھیلتی رہی۔ اور ملک کے گوشہ گوشہ میں مخلص احباب کی جماعتیں قائم ہو گئیں۔ احمدیت کا کارواں بے پناہ صعوبتوں کے باوجود اپنا قدم آگے ہی بڑھاتا رہا۔ مخالفتوں کے طوفان فساد کے تکفیر کی آندھیاں۔ دشنام دہی اور استہزا کی بارشیں اس کو روکنے میں ذرا بھی کامیاب نہ ہو سکیں۔

جس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پہلی بیعت لی تھی۔ آپ کے ساتھ گنتی کے چند آدمی تھے۔ لیکن خدائی نوشتوں کے ماتحت آپ کی جماعت بڑھنی شروع ہوئی۔ اور آپ کے متبعین آپ کی زندگی میں ہی چند نفوس سے بڑھ کر.... سینکڑوں سے بڑھ کر ہزاروں اور ہزاروں سے بڑھ کر لاکھوں ہو گئے مخالفین نے جماعت کو بڑھنے سے روکنے کی کوششوں میں انتہائی ناکامی کا مونہہ دیکھ کر اپنے دلوں کو یوں تسلی دے لی۔ کہ بس یہ سب کارخانہ مرزا صاحب کی زندگی تک ہے آپ کی وفات کے بعد اس کا خاتمہ ہے۔ ان کی امیدیں ضرور پوری ہو جاتیں۔ اگر یہ سلسلہ انسان کا بنایا ہوا ہوتا۔ لیکن اس پودے کو خدا تعالےٰ نے خود قائم کیا تھا۔ اور اس کی آبیاری بھی وہ خود

اپنے ہاتھوں سے کر رہا تھا۔ اور جس کو خدا تعالیٰ خود قائم کرے۔ اس کو کون فنا کر سکتا ہے۔ اور جس کو خدا تعالےٰ اپنے ہاتھ سے پانی دے۔ اس پودے کو کس کی طاقت ہے کہ مرجھا سکے۔ آپ کی وفات کے بعد جماعت کی عنان حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں آئی۔ مخالفتوں کے طوفان اب بھی اسی زور شور سے جاری تھے۔ مخالف خیال کر رہے تھے کہ بس یہ سلسلہ اب چند دن کا مہمان ہے۔ لیکن خدا تعالےٰ اس کی شان و شوکت کو زیادہ ہی کرتا چلا گیا۔ اور مخالفوں کی کچھ پیش نہ گئی۔ انہوں نے پھر یہ کہکر اپنے دل کو تسلی دینے کی کوشش کی کہ حکیم نور الدین رضؓ ایک زبردست عالم اور بڑے اثر و اقتدار کے مالک ہیں۔ یہ سلسلہ محض انہی کے دم سے قائم ہے اور ان کی مؤثر شخصیت ہی اسکو سنبھالا دیئے ہوئے ہے لیکن جونہی ان کی وفات ہوئی یہ سب کچھ نیست و نابود ہو جائے گا۔ اور سب شیرازہ منتشر ہو جائیگا۔

اب پردۂ غیب سے خدا تعالےٰ کی ایک عجیب قدرت کا ظہور ہوتا ہے۔ وہ لوگ جو یہ یقین کئے بیٹھے تھے کہ یہ سلسلہ محض حکیم نور الدین رضی اللہ عنہ کے دم سے قائم ہے اور ان کے بعد اور کوئی ایسا آدمی نہیں جو اسکو سنبھال سکے۔ ان کو خدا تعالےٰ نے ایک بار پھر یہ دکھایا کہ خدائی سلسلہ چند آدمیوں کے دم سے قائم اور ان کا رہین منت نہیں ہوتا بلکہ اس کو چلانے بڑھانے اور ترقی دینے کا سارا کام خدا تعالےٰ خود اپنے ہاتھوں سے سرانجام دیتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی خدا تعالےٰ نے بعض لوگوں کے اس زعم کو بھی توڑ دیا کہ سارا کام ہمارے ہی ذریعہ انجام پا رہا ہے اور اگر ہم نہ ہوں گے تو یہ سارا کاروبار ہی تباہ ہو جائے گا۔

حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہی جماعت کے ایک بااثر طبقہ کی طرف سے فتنوں کی بنیاد رکھدی گئی تھی۔ اور جماعت میں سخت انتشار برپا ہو گیا تھا۔ جب تک حضرت خلیفہ اول زندہ رہے یہ زہریلا مواد اندر ہی اندر پکتا رہا۔ لیکن جونہی آپ کی وفات ہوئی۔ یہ یکدم پھوٹ کر باہر آگیا۔ اس فتنہ کی تفصیلات سے دوست و دشمن سب باخبر ہیں۔ اور ان کے بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں لیکن اسبات میں کسی کو شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ جماعت کو اس وقت جب کہ وہ اپنی ابتدائی اور نہایت ہی کمزوری کی حالت میں تھی ایسا زبردست دھکہ لگا تھا کہ اگر یہ جماعت خدائی جماعت نہ ہوتی اور اسکے سر پر خدا کا ہاتھ نہ ہوتا تو یہ اسکے صدمہ کو قطعاً برداشت نہ کر سکتی۔ اور ہمیشہ ہمیش کے لئے فنا کے گھاٹ اتر جاتی۔ لیکن اس قادر قیوم خدا نے یہ سب کچھ اپنی خاص مشیت کے ماتحت کرایا تھا تاجہاں وہ مخالفین کو یہ دکھا سکے کہ خدائی سلسلے صرف خدا کی ہی مدد اور نصرت سے چلتے ہیں۔ اور یہ خیال کرنا انتہائی نادانی اور جہالت ہے۔ کہ کوئی خاص انسانی ہاتھ اسکو سہارا دئے ہوئے ہے۔ اور دوسری طرف سلسلہ کے بعض بر خود غلط لوگوں کو جو یہ خیال کرتے ہیں کہ سلسلہ کا سب کام انہی کے دم سے چل رہا ہے۔ اور اگر انہوں نے اس کو چھوڑ دیا تو اور کوئی ایسا شخص نہیں ہے۔ جو اس کو چلا سکے یہ جتلا سکے کہ تم اپنے گمانوں میں بالکل جھوٹے ہو۔ اور خدائی سلسلہ ہرگز تمہاری مدد کا محتاج نہیں ہے۔

اب سلسلہ کی باگ ڈور ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں آتی ہے۔ جو نہ تجربہ کار ہے کہ اپنے تجربہ کی بناء پر جماعت کا کام بخیر و خوبی چلا سکے۔ اور نہ کوئی عالم ہے۔ جو اپنے علم و فضل کے زور سے جماعت کو تھام سکے اسکے ہاتھ میں کوئی بھی ایسی بات نہیں جس سے کام لے کر وہ جماعت کو ترقی کے راستہ پر گامزن کر سکے۔ وہ پچیس سالہ جوان ہے۔ ذرا اسکی حالت پر غور کیجئے۔ جماعت کے سب بااثر اشخاص قادیان سے رخصت ہو چکے ہیں۔ جماعت دو ٹکڑوں میں بٹ چکی ہے۔ خزانہ میں کوئی پیسہ باقی نہیں ہے کیا کوئی شخص یہ خیال کر سکتا ہے کہ ان حالات کی موجودگی میں جماعت کوئی ترقی کر سکتی ہے۔ اور اکناف عالم میں اس کی شہرت پھیل سکتی ہے

مخالفین احمدیت نے یہ سب ماجرا دیکھا۔ وہ اس فتنہ کو دیکھکر خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے۔ وہ خیال کر رہے تھے۔ کہ جس جماعت کو ان کے بڑے بڑے پہاڑ بھی ٹکڑے ٹکڑے نہ کر سکے۔ اب وہ اپنی موت آپ مر رہی ہے۔ مگر اس خدا نے ان کو پہلے کی طرح اب بھی ناکام و نامراد رکھا ان کی آرزوئیں حسرتیں بن کر رہ گئیں۔ جماعت اب تک زیادہ تر ہندوستان میں ہی محدود تھی۔ بیرونی ملکوں میں احمدی تھے۔ لیکن بہت کم۔ لیکن اب جماعت بیرونی ملکوں میں بھی پھیلنی شروع ہو گئی۔ وہ بادل جو پہلے ہندوستان تک ہی محدود تھا۔ دیکھتے دیکھتے دنیا کے بیشتر ممالک پر چھا گیا۔ اور وہاں بارش برسا کر وہاں کی بنجر زمینوں کو سرسبز و شاداب کرنا شروع کر دیا۔ وہ پودا جو پہلے نہایت ہی کمزوری کی حالت میں تھا۔ اور جس کو اکھیڑنے کے لئے بڑے زبردست طوفان اور جھکڑ چلے۔ لیکن وہ اسے اکھیڑنے یا کمزور کرنے میں قطعاً کامیاب نہ ہو سکے۔ اب اسنے آہستہ آہستہ بڑھ کر ایک تناور درخت کی صورت اختیار کر لی۔ جس کی شاخیں اب ایکطرف یورپ و امریکہ تک اور دوسری طرف چین جاپان۔ انڈونیشیا اور آسٹریلیا تک پھیلی ہوئی ہیں۔

ناکام و نامراد حاسدین نے بحسرت دیکھا کہ بڑے بڑے علماء۔ فضلاء۔ فلاسفر۔ سیاستدان جو کانٹ۔ ہیگل اور فرائڈ تک کے نظریوں کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ وہ مسیح پاک علیہ السلام کی ان وحانیت پرور باتوں پر جوان کی نظروں میں نعوذ باللہ خرافات کا درجہ رکھتی تھیں۔ آنکھیں بند کر کے ایمان لاتے ہیں۔ اس پر دشمنان حق جو اس سے پہلے بارہا جماعت کو تباہ کرنے کے لئے ناخونوں تک کا زور لگا چکے تھے۔ یہ صورت حالات دیکھکر سخت بھنائے اور انہوں نے اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے جماعت پر آخری اور فیصلہ کن حملہ کرنے کا ارادہ کیا اور اپنا تسلط کرنے کیلئے اپنی جماعتوں کو اس حملہ میں جھونک دی۔ یہ حملہ احرار کا تھا۔ جس کی پشت پر حکم انکے دس کروڑ مسلمان ہند تھے۔ انہوں نے اسبات کا تہیہ کر لیا کہ وہ قادیان کی اینٹ سے اینٹ بجا کر چھوڑیں گے۔ اور ان کے قول کے بموجب "کچھ عرصہ بعد" کوئی مرزائی ڈھونڈے سے بھی نہ ملیگا" لیکن تقدیر کھڑی ان کے سر پر مسکرا رہی تھی۔ خدا کے فرشتے آسمان پر کہہ رہے تھے کہ تم کون ہو احمدیت کو مٹانے والے ہم تم کو ہی مٹا کر رہینگے۔ اور چند ہی روز بعد دنیا نے احرار کے پاؤں ..... تلے زمین نکلتے ہوئے دیکھ لی۔ قادیان کی اینٹ سے اینٹ بجانیوالوں کی خود اپنے محل کی اینٹ سے اینٹ بج گئی۔ اور ان کا رفیع الشان قصر دیکھتے دیکھتے زمین پر دھڑام سے آ رہا۔ احمدیت کا قافلہ ہیبت ناک طوفانوں کی پروا کئے بغیر اسی طرح چلتا رہا۔

خدا تعالےٰ کو منظور تھا کہ جماعت کو ایک اور ابتلاء میں ڈالے تاجہاں ایکطرف افراد جماعت کے صبر و استقلال کی آزمائش کی جائے وہاں دوسری طرف معاندین احمدیت کے سلئے ایک مزید نشان مہیا کیا جائے ۱۹۴۷ء میں جماعت احمدیہ کو اپنے مقدس مرکز قادیان سے جبراً نکلنا پڑا۔ اور لاکھوں روپوں کی جائدادوں کو غیروں کے حوالے کر کے پاکستان میں پناہ لینی پڑی۔ یہ ایک ایسا سانحہ عظیمہ تھا جس کا تصور بھی نہ ہو سکتا تھا۔ دشمن نے خوشی کے شادیانے بجانے شروع کئے کہ اب تو جماعت احمدیہ کے تباہ و برباد ہونے میں کوئی کسر باقی نہیں رہی وہ خوشی سے اچھلتے کودتے تھے اور حضرت مسیح موعودؑ کے الہام "کمترین کا بیڑا غرق" کو خود جماعت احمدیہ پر چسپاں کرتے تھے۔ اسوقت واقعی جماعت کی یہ حالت ہو رہی تھی کہ ظاہر بین لوگوں کو یہی نظر آ رہا تھا کہ اب جماعت گئی اور اس کے ابھرنے کی اب کوئی صورت بھی باقی نہیں (باقی صفحہ ۳۰ پر)

مجلس احرار کے مشہور لیڈر کے ۲ دو تاریخی خطوط

ملّتِ پاکستان مسجد میں آنے والے خضر صورت نمازیوں سے ہوشیار رہے

از ایم۔ اے منصور ایڈیٹر ماہنامہ تریاق لاہور

قضیۂ مسجد شہید گنج کے دوران میں مجلس احرار اسلام ہند کے جنرل سکرٹری قائد احرار مولانا مظہر علی اظہر نے گورداسپور سے دو تاریخی اور نہایت اہم خطوط مفکر احرار جناب چوہدری افضل حق صاحب ڈکٹیٹر مجلس احرار اسلام ہند کی خدمت میں تحریر فرمائے۔ یہ تاریخی خطوط مشہور قومی کارکن کامریڈ محمد حسین صاحب نے پراسرار طریق سے حاصل کر کے تحریک مسجد شہید گنج کے روحِ رواں مولانا ظفر علی خاں کو دیئے۔ جو انہوں نے روزنامہ زمیندار لاہور میں شائع کر دیئے۔ اور پھر ان تاریخی خطوط کا عکسی فوٹو بھی روزنامہ زمیندار۔ روزنامہ سیاست وغیرہ اخبارات میں شائع ہوا۔ ہم ذیل میں یہ تاریخی خطوط محترم سیفی کاشمیری صاحب سابق سیکرٹری ڈسٹرکٹ مجلس احرار اسلام لاہور کے ایک مطبوعہ پمفلٹ سے مفاد ملت کے پیش نظر شائع کرتے ہیں تاکہ ان دنوں جب کہ مجلس احرار اسلام پاکستان میں تبلیغی کانفرنسوں کا ڈھونگ رچا کر پھر قدم جمانے کی فکر میں ہے۔ ملت پاکستان تبلیغ اسلام کے ان اجارہ داروں کے ماضی سے ان کے مستقبل کے دعاوی کو صحیح رنگ میں جانچ سکے۔

پہلا خط

گورداسپور   ۲۴ر جولائی ۱۹۳۵ء

برادرم مکرم چوہدری صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

میں دورے سے واپسی پر دفتر پہنچا۔ لیکن آپ موجود نہ تھے۔ زبانی طور پر تمام واقعات مولوی محمد شفیع صاحب سے کہہ آیا تھا۔ غالباً انہوں نے تمام نشیب و فراز بیان کر دیئے ہوں گے۔ احتیاطاً دوبارہ عرض کرتا ہوں:۔

۱۲ر جولائی کا شاہی مسجد کا اعلان بہت مفید ثابت ہوا ہے۔ پبلک کا رجحان ہماری طرف پلٹ چکا ہے۔ ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ ہر دوسرے چوتھے دن کے بعد ایسا ہی ہنگامہ خیز بیان شائع کر دیا جایا کرے۔ تاکہ مولوی ظفر علیخاں یا اس کی پارٹی سے عامۃ المسلمین کٹ جائیں۔ مکمل قبضہ واقتدار حاصل ہو جانے کے بعد یہ ایجی ٹیشن فوراً ختم کی جاسکتی ہے۔ مانا کہ مسجد کا معاملہ نہایت اہم ہے۔ مگر اس میں حصہ لینے سے اگر کامیابی ہو بھی گئی تو نام ظفر علی خاں کا ہو گا۔ کیونکہ اس تحریک کا قائد وہی تسلیم کیا جا چکا ہے اور ہمارا اور مجلس احرار کا وقار سخت خطرے میں پڑ جائیگا اور اکیلے ظفر علی کی کامیابی بہت مشکل ہے

شاہ صاحب کو ہر ممکن طریقے سے یقین دلائیں کہ مسجد ایجی ٹیشن میں شامل ہونے سے جماعت فنا ہو جائے گی۔ انہیں مذہبی رنگ میں ہی قائل کیا جا سکتا ہے۔ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب معلوم ہوا ہے کہ اعلان پڑھنے کے بعد کچھ نرم ہو رہے ہیں۔ اور انفرادی طور پر چند آدمیوں سے ایجی ٹیشن میں شامل ہونے کا وعدہ بھی کر چکے ہیں۔ خدا کے لئے انہیں سمجھایئے۔ ان کی شمولیت سے ہماری تمام سکیم فیل ہو جائے گی۔ مجلس مشاورت کے اجلاس میں شریک نہیں ہو سکا۔ امید ہے کہ آپ نے حسب منشاء کارروائی کرائی ہو گی۔

احقر مظہر علی اظہر

دوسرا خط

گورداسپور   ۱۸ر ستمبر ۳۵ء

برادرم مکرم چوہدری صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

میں آپ کے اس خط سے حرف بحرف متفق ہوں کہ پیر صاحب (حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب علی پوری مرحوم امیر ملت ہند وصدر مجلس اتحاد ملت ہند۔ ناقل) کی مخالفت نہ کی جائے کیونکہ اس وقت قوم ان کے ساتھ ہے۔ نیز یہ مسلمہ بات ہے کہ وہ سول نافرمانی نہیں کریں گے۔ اس لئے ان کی حمایت کرنے میں ہی ہماری بہتری ہے پندرہ ستمبر کو پیر صاحب لاہور آرہے ہیں۔ اپنے ورکرز کو ہدایت کر دیں کہ یہ جلسہ کامیابی سے ہونے دیں بنیز "مجاہد" میں نہایت تدبر کے ساتھ مخالفت بھی جاری رکھی جائے اور اس جماعت میں اپنے آدمی بھی شامل کر دیئے جائیں۔ تاکہ ان کی ہر سرگرمی سے اطلاع بھی ہوتی رہے۔ اور وقت آنے پر یہ عمارت فوراً گرائی جا سکے مگر کوئی کچا آدمی ان کے نزدیک تک بھی نہ جانے دیا جائے۔ شاہ صاحب سے کہدیں کہ اپنی توجہات خاکساریت کی طرف زیادہ منعطف کریں اس دشمن کا سدباب نہایت ضروری ہے۔

مسئلہ حجاز کے متعلق میرا مشورہ صرف اتنا ہے کہ سلطان کی براہ راست ہرگز مخالفت نہ کی جائے۔ کیونکہ اس طرح یہ تحریک ہمارے لئے نقصان دہ ثابت ہو گی۔ یہ مانا کہ "اسکی" انگیخت میں "اسکا" بھی کوئی خاص فائدہ ہو گا۔ مگر ہمیں اس سے کیا؟ ہمارا مطلب تو پورا حل ہو جائے گا۔ پبلک کی توجہ شہید گنج ایجی ٹیشن سے ہٹانے کا اس سے بہتر اور کوئی حربہ نہیں ہو سکتا۔ نیز اگر سلطان حجاز پر کما حقہٗ اثر ہو گیا۔ تو مالی مشکلات بھی حل ہو جائیں گی۔ اور چندہ کی مصیبت سے کچھ عرصہ کے لئے نجات حاصل ہو جائے گی۔ ہاں یاد آیا۔ سولہ ستمبر کا جلسہ اگر لاہور میں ہوتا۔ تو بہتر تھا۔ اگر لاہور کے حالات موافق نہ ہوں۔ تو اچھرے میں ہی سہی۔ یہ جلسہ بہت مفید رہے گا کیونکہ تمام نمائندگان کی موجودگی میں ہو گا۔ اور کمزور طبیعتیں بھی مضبوط ہو جائیں گی۔ ۱۶ر ستمبر کے اجلاس میں شمولیت کی کوشش کروں گا۔ والسلام

احقر مظہر علی اظہر

محترم رانا نصر اللہ خاں صاحب ایم۔ ایل۔ اے نے عدالت میں قائد احرار کا ایک قلمی خط اور مذکورہ بالا خطوط کے عکس فوٹو کا مقابلہ کرایا۔ اور اس عدالت نے جو مفکر احرار کی طرف سے انتخابی ناکامی پر عذرداری کی سماعت کے لئے مقرر ہوئی تھی۔ اس امر پر مہر تصدیق ثبت فرما دی۔ کہ یہ تاریخی خطوط قائد احرار کی جنبش قلم کا ہی کرشمہ ہیں۔ یہ خطوط کسی تبصرہ کے محتاج نہیں۔ مجلسِ احرار کے شاندار ماضی کا آئینہ ہیں۔ ملت کو خبردار کرنے کے لئے ان تاریخی خطوط کو شائع کیا جاتا ہے۔ تاکہ ملت مسجد میں آنے والے خضر صورت نمازیوں سے ہوشیار رہے۔

کہتی ہے ہم کو خلقِ خدا غائبانہ کیا

جماعت احمدیہ کی اسلامی خدمات کا اعتراف غیروں کی زبانی

بعض بالکل نئے اور چند پرانے حوالے

(مرتبہ مکرم ملک فضل حسین صاحب احمدی مہاجر)

> "کیا یہ ہمارے لئے باعث شرم نہیں۔ کہ وہ باطل فرقے (؟) جن کے پیرو انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں۔ دنیا کے گوشے گوشے میں تبلیغی مشن قائم کر دیں۔ قرآن مجید کے تراجم چھاپیں۔ اور لنڈن و برلن جیسی جگہوں میں مسجدیں بنائیں۔ اور اذانیں بلند کریں۔ مگر ہم سات کروڑ کی تعداد کے باوجود نہایت ہی بے عزتی سے ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں۔"

> "زمانہ حال میں ممالک مغربیہ کے متعلق تبلیغ اسلام کی ابتداء اگر دیکھا جائے تو احمدی حضرات ہی کی بلند نظری سے ہوئی ہے۔ اور اس سے بھی زیادہ جس بات کو قابل قدر کہا جا سکتا ہے۔ وہ احمدی جماعت کی طرف سے لنڈن میں ایک عالیشان مسجد کے قیام کی باقاعدہ کوشش ہے"

> "دور حاضرہ کے مسلمانوں میں جماعت احمدیہ ایک پرجوش جماعت ہے جس کے زبردست لیکچروں کی آواز یورپ سے امریکہ تک گونج رہی ہے۔ اور یہ ہر موقع پر معترضین اسلام کی تسلی کرنے کو آمادہ رہی ہے۔ اس طبقہ نے بحث و مباحثہ کے ضمن میں بہترین خدمات انجام دی ہیں۔"

مشہور صحافی میر جالب مرحوم ایڈیٹر اخبار "ہمدم" لکھنؤ "ہمارے احمدی دوست جن کو بعض لوگ غلطی یا بدنیتی سے "قادیانی" بھی کہتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے۔ کہ مذہبی جوش میں اس وقت کے معمولی مسلمانوں سے بدرجہا بڑھے ہوئے ہیں۔ اور عام مذہبی امور میں جو شغف انہیں ہے۔ اس کا مقابلہ یقیناً عام مسلمان نہیں کر سکتے۔ یہ کوئی تعجب خیز امر نہیں ہے۔ اگر اسلامی تاریخ کے چند ماسبق اوراق کی ورق گردانی کی جائے۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ موجودہ مسلمانوں کے اسلاف میں بھی پہلے ایسا ہی جوش تھا۔ اب بھی ان کا مذہب تو وہی ہے۔ اور اس کے احکام بھی وہی ہیں۔ لیکن لوگوں کو مذہبی معاملات سے ایک مساوات سی ہو گئی ہے۔ اور دنیا کے دھندوں میں پھنس کر انہوں نے مذہب کی طرف سے لاپرواہی اختیار کر لی ہے۔ ہمارے احمدی دوستوں کو عالم وجود میں آئے ہوئے ابھی چند سال گذرے ہیں۔ اور بمصداق "نیا بچھڑا اہرن پکڑتا ہے۔" ان میں مذہبی جوش اور سرگرمی مسلمانوں سے بدرجہا زیادہ ہے۔ مسلمانوں کی موجودہ سرد مہری سے احمدی حضرات کے جوش کا ۱۳ سو برس گذرنے کے بعد (اگر اس وقت تک مذہب کے نام کی کوئی چیز آفات ارضی و سماوی سے محفوظ رہ سکتی ہو) مقابلہ کرنا زیادہ مناسب ہو سکتا ہے۔ لیکن زمانہ کی موجودہ رفتار اور نوجوانان قوم کی مذہبی ناواقفیت بڑھتی ہوئی دہریت سے خطرہ ہے۔ کہ شاید ایسے مقابلہ کا موقع بہم نہ پہنچ سکے گا...... زمانہ حال میں ممالک مغربیہ کے متعلق اشاعت اسلام وغیرہ کے سلسلہ میں ان کی کوششیں ضرور عام مسلمانوں کے لئے باعث اطمینان ہو سکتی ہیں۔ زمانہ حال میں ممالک مغربیہ کے متعلق تبلیغ اسلام کی ابتداء اگر دیکھی جائے۔ تو احمدی حضرات ہی کی بلند نظری سے ہوئی ہے۔ اور اس سے بھی زیادہ جس بات کو قابل قدر کہا جا سکتا ہے۔ وہ احمدی جماعت کی طرف سے لنڈن میں ایک عالیشان مسجد کے قیام کی باقاعدہ کوشش ہے۔ احمدی لوگ بڑی فراخدلی سے اس کے لئے چندہ جمع کر رہے ہیں۔ اور ہمیں امید ہے۔ کہ ان کا مذہبی جوش اور شغف بہت جلد لنڈن میں ایک عالی شان مسجد کی صورت پیدا کر دیگا۔ جس کے لئے دنیائے اسلام ان کی شکر گذار ہو سکتی ہے۔" (ہمدم لکھنؤ ۲۵ رمئی ۱۹۲۱ء)

مولانا عبدالمجید صاحب قرشی مدیر "ایمان" پٹی

"ہم اہل سنت جن کی تعداد سات کروڑ سے کم نہ ہو گی۔ ایک بھی تبلیغی مشن نہیں رکھتے۔ جس کے مبلغوں نے اشاعت اسلام کے لئے کبھی ہندوستان سے باہر قدم رکھا ہو۔ کیا یہ ہمارے لئے باعث شرم نہیں کہ وہ باطل فرقے (؟) جن کے پیرو انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں۔ دنیا کے گوشے گوشے میں تبلیغی مشن قائم کر دیں۔ قرآن مجید کے تراجم چھاپیں اور لنڈن و برلن جیسی جگہوں میں مسجدیں بنائیں۔ اور اذانیں بلند کریں۔ مگر ہم سات کروڑ کی تعداد کے باوجود نہایت ہی بے عزتی سے ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں۔ دیکھو کس قدر بے عزتی کی بات ہے۔ کہ چند ہزار قادیانی صرف یورپ کے اندر کم از کم پانچ (اب تو ماشاء اللہ کئی پانچ۔ ناقل) مشن چلا رہے ہیں۔ جن کے مصارف کا اندازہ ایک لاکھ روپیہ (؟) سے کسی طرح کم نہ ہوگا۔ لیکن اس کے برخلاف ہم سات کروڑ مسلمان نام لینے کو بھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتے۔ کہ ہندوستان کے باہر ہمارا کوئی تبلیغی مشن موجود ہے..... ہم زبانی طور پر بہت کچھ جمع خرچ کرتے ہیں۔ مگر ہماری عملی زندگی بہت ہیچ ہے۔ ہم میں ہزار ہا نواب۔ جاگیردار۔ سیٹھ اور رئیس موجود ہیں۔ مگر دین کے احساس سے عاری ہیں۔ خدا خوفی کے جذبات سے محروم۔ یہ ذلت اور سفاہت کی انتہا ہے۔"

(اخبار "ایمان" پٹی منقول از پیغام صلح ۱۳ ردسمبر ۱۹۳۵ء)

ایڈیٹر صاحب رسالہ "صوفی"

"قادیانی جماعت نے ہندوستان کے اندر کوئی سیاسی یا مذہبی حیثیت حاصل کی ہو یا نہ کی ہو۔ لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ ہندوستان سے باہر اس نے وہ کام کر کے دکھلا دیا۔ جو کسی ملک کے مسلمانوں نے اس وقت تک نہیں کیا تھا۔ خواجہ کمال الدین کے کارنامے۔ ان کا ایثار و خلوص۔ ان کی تگ و دو ان کے ثمرات مساعی آج روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔ اور ہم نہیں کہہ سکتے کہ اللہ تعالےٰ کے اس سچے بندے اور حقیقت کے اس راسخ الوزم پرستار کے لئے کیا اجر مخصوص کر دیا گیا ہے۔ یقیناً اب ہم ان کی تبلیغ و اشاعت اسلام کو قادیانی تحریک میں شامل نہیں کر سکتے۔ اور نہ یہ قادیانی مسلک کے صحیح معنوں میں مقلد کہلائے جا سکتے ہیں۔ تاہم ان کی تبلیغ کی ابتدا اسی وقت ہوئی تھی۔ جب وہ بندگان قادیان میں شمار ہوتے تھے۔ اس لئے اس کا اولین امتیاز بھی اسی (قادیانی) جماعت کو حاصل ہے۔

احمدی جماعت کوشش کر رہی ہے۔ کہ وہ دنیا کے تمام حصوں میں اپنے مسلک کی تبلیغ و اشاعت کا کام جاری کر دیں۔ چنانچہ چین۔ افریقہ۔ آسٹریلیا وغیرہ میں ان کے مشنری کام کر رہے ہیں۔ اور امریکہ میں بھی ان کے مبلغ ڈاکٹر مفتی محمد صادق نہایت محنت سے اپنی خدمات کو انجام دے رہے ہیں۔ امریکہ میں ان کو قدم رکھتے ہوئے دوسرا سال ہے۔ لیکن اس قلیل عرصہ میں انہوں نے وہاں کافی مقبولیت حاصل کر لی ہے۔ انہوں نے وہاں شمس الاسلام (ایک سہ ماہی رسالہ) بھی جاری کیا ہے۔ جس کی پہلی اشاعت جولائی ۱۹۲۱ء میں کی گئی ہے۔ اس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ڈاکٹر محمد صادق نے امریکہ میں کن کن مصائب کو برداشت کیا ہے۔ اور ابتدا ہی میں وہ کن مشکلات میں گھر گئے۔ لیکن چونکہ عزم مستقل تھا۔ اور ہمت استوار۔ اس لئے مصیبتوں کا بادل چند دنوں میں چھٹ گیا۔ اور کامیابی کی شعاعیں نمودار ہونے لگیں تجربہ نے یہ بات ثابت کر دی ہے۔ کہ یورپ و امریکہ میں اشاعت اسلام کے بہترین میدان ہیں۔ اور اگر کوئی شخص وہاں اسلام کی صحیح تعلیمات کو پیش کرے اور مسیحی دنیا میں جو شبہات اسلام کے متعلق پائے جاتے ہیں۔ ان کو دور کر دے۔ تو کامیابی بہت آسان ہے۔

لیکن افسوس ہے۔ کہ ہندوستان کی جماعت اسلام (جسے دنیا کی سب سے بڑی جماعت اسلام ہونے کا فخر حاصل ہے) اس سے بالکل غافل ہے۔ اور علماء کا گروہ اس طرف مطلقاً توجہ نہیں کرتا۔ اس وقت ہم اس کے اسباب پر غور کر کے ان کی تفصیل بیان کرنا مناسب نہیں سمجھتے۔ کیونکہ اس صورت میں ہمیں بہت سے تلخ تجربات

(بقیہ دیکھئے صفحہ ۲۵ پر)

(بقیہ صفحہ ۲۴)

اور ناخوشگوار واقعات سے بحث کرنی پڑے گی۔ "تاہم احمدی جماعت کی اس قوتِ عمل کو ایک نمونہ کی صورت سے ضرور پیش کرنا چاہتے ہیں۔ جو غالباً بہترین درسِ عمل ہے۔

"شمس الاسلام" کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ میں خالص احمدی معتقدات (اسی لئے کہ یہی زندہ حقیقی اسلام ہے۔ ناقل) کی تبلیغ ہو رہی ہے۔ اور وہاں کی آبادی جو اس وقت تک اسلام کی تعلیمات ہی سے ناواقف تھی۔ اور جو فی الحال کسی طرح احمدی و غیر احمدی تعلیمات میں کوئی امتیاز پیدا نہیں کر سکتی۔ نہایت سرعت کے ساتھ قادیانی ہوتی جا رہی ہے۔ ہر چند یہ بھی غنیمت ہے۔ کہ ایک مسیحی قادیانی ہی ہو کر مسلمان ہو جائے۔ لیکن ضرورت تھی۔ کہ ہمارے ہاں کی جمیعۃ علماء اس فرصت سے فائدہ اٹھاتی۔ اور اسلام و مسیحیت کے درمیان اس بیچ کے درجہ کو بھی ہٹا دیتی۔ لیکن چونکہ اس کی کوئی امید نہیں۔ اس لئے کوئی وجہ نہیں۔ کہ ہم اس (احمدیہ) جماعت کی کامیابی سے خوش نہ ہوں۔ کہ وہ بھی فی الجملہ دائرہ اسلام سے خارج نہیں۔" (رسالہ "صوفی" پنڈی بہاؤ الدین اکتوبر ۱۹۲۱ء)

ایڈیٹر اخبار مخبر اودھ

"دورِ حاضرہ کے مسلمانوں میں جماعت احمدیہ ایک پُرجوش جماعت ہے۔ جس کے زبردست لیکچروں کی آواز یورپ سے امریکہ تک گونج رہی ہے۔ اور یہ ہر موقع پر معترضین اسلام کی تسلی کرنے کو آمادہ رہی ہے۔ اس طبقہ نے بحث و مباحثہ کے ضمن میں بہترین خدمات انجام دی ہیں۔ اور علم کلام میں جو عظیم الشان تبدیلیاں پیدا کی ہیں۔ ان سے کسی انصاف پسند کو انکار نہیں ہو سکتا۔"

(مخبر اودھ ۲۶ رجون ۱۹۲۸ء)

مسٹر محمد عمر بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی وکیل شملہ

"گو میں احمدی نہیں۔ مگر میں نہیں سمجھ سکتا۔ کہ وہ کونسی بات ہے۔ جس کے باعث انہیں کافر و ملحد وغیرہ کا خطاب دیا جاتا ہے۔ میری رائے میں اگر احمدی مسلمان نہیں۔ تو کوئی مسلمان مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں۔ یہ لوگ للہ اسلام کی خدمت کر رہے ہیں۔ اور ایسی خلوص نیت سے کہ اور فرقوں میں ان کا نمونہ ملنا مشکل ہے۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ تعصب کو دور کر کے اور آپس کے تفرقات کو خیرباد کہہ کر ان کے ساتھ ہو جائیں۔ اور اشاعت دین میں ان کا ہاتھ بٹائیں۔ اب وہ وقت نہیں رہا۔ کہ پرانے خیالات والے مُلّاں کام دے سکیں۔ ضرورت ہے۔ کہ موجودہ فلسفہ اور سائنس اور تہذیب کا لحاظ کیا جائے۔ احمدی ہیں کہ ایمانی اور عملی طور پر دین و دنیا کو ساتھ ساتھ لے جا رہے ہیں۔ ان کے نمونہ سے سبق سیکھو۔ ان کی مدد کرو۔ اور ایسی باتوں سے پرہیز کرو۔ جس سے تفرقہ بڑھے۔ کیونکہ تفرقہ کا نتیجہ اچھا نہیں۔" (اخبار بدر ۲۶ر اکتوبر ۱۹۱۱ء)

(بقیہ صفحہ ۲۲)

لیکن خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے پھر جماعت کی دستگیری کی۔ اس کو ایک نیا مرکز بنانے کی توفیق عطا فرمائی۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں جماعت نے اس سے بہتر پوزیشن حاصل کر لی۔ جو تقسیم سے پہلے اسے حاصل تھی۔ ہجرت بجائے جماعت کو تباہ کرنے کے اسے مضبوط کرنے کا باعث ہوئی۔ دشمن ذلیل ہوئے اور حاسد شرمندہ اور خدا نے اپنی جماعت کو اس میدان میں بھی فتح دی۔

احرار کی باسی کڑھی میں اب پھر ابال اٹھا ہے۔ اور وہ دوبارہ اپنی طاقت کو مجتمع کر کے احمدیت پر پُرزور حملے کر رہے ہیں۔ لیکن ان کا ہر حملہ ان کی عبرتناک شکست کا پیش خیمہ ثابت ہو رہا ہے۔ اور احمدیت کا کارواں ہمت و استقلال کے ساتھ آہستہ آہستہ اپنی منزلِ مقصود کی طرف رواں دواں ہے۔

احراری قرآن چھوڑ کر بھاگ نکلے

احراری اپنی کانفرنسوں میں اپنے مخصوص عقائد (۱) دو ہزار برس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر چڑھ جانے (۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جگہ کسی مخالف کے صلیب دیئے جانے (۳) مفتری علی اللہ کے قطع وتین سے بچ رہنے (۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی اور اطاعت میں بھی امتی نبوت سے خیر الامم کے محروم رہنے کو قرآن پاک سے نہ پیش کر سکتے نہ ثابت کر سکتے ہیں۔ اور ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجورا کے مصداق بن چکے ہیں۔ احمدی جماعت قرآن پاک کو تمام دنیا میں پھیلانے کے لئے مامور ہوئی ہے۔ ہر احمدی قاعدہ یسرنا القرآن ربوہ سے منگوا کر پڑھے اور پڑھائے جو قرآن مجید ناظرہ پڑھنے کے لئے علمی دنیا میں حیرت انگیز کارنامہ ہے

ملنے کا پتہ: دفتر قاعدہ یسرنا القرآن ربوہ

اکسیر شباب
قوت مردمی کو بحال رکھنے والی اور اعصاب کو مضبوط کرنے والی بینظیر دوا قیمت مکمل کورس ایک ماہ بارہ روپے - ۱۲/ روپیہ

سرمہ ممیرا خاص
جملہ امراض چشم کے لئے بے نظیر علاج مثلاً ککرے۔ کمزوری نظر۔ پانی کا بہنا۔ آنکھوں کی سُرخی خارش اور درد عنند کے لئے مفید ہے۔ فی تولہ ۳/ چھ ماشہ عہ ۱/ تین ماشہ پندرہ ۱۵ آنے

تریاق کبیر!
رگھر کا ڈاکٹر، ہر بیماری کا فوری علاج۔ امرت دھارا سے بھی زیادہ مفید۔ قیمت فی تولہ دو روپے ۶ ماشہ عہ تین ماشہ ۱۰ آنے

حبوب جوانی
مادہ حیوانیہ کے کم ہو جانے کا تیر بہدف علاج۔ اکسیر شباب کے ساتھ اسکا استعمال بہت ہی مفید ہوتا ہے قیمت مکمل کورس ۴/ روپے

ہمدرد النسواں (حبوب اٹھرا)
جن عورتوں کے حمل ضائع ہو جاتے ہوں۔ یا بچے بچپن میں فوت ہو جائیں۔ اُن کے لئے بہت ہی مفید ہے۔ قیمت مکمل کورس ۱۹/ روپے

تریاق سِل
یہ دوا سِل کے مادہ کو روکنے کے لئے اکسیر کا کام دیتی ہے۔ بہت سے احباب اس کے استعمال سے صحتیاب ہو چکے ہیں۔ قیمت ایکماہ ۱۲۵/ روپیہ

حبِ جند
اعصابی کمزوریوں دماغی عوارض۔ مالیخولیا۔ نیند کا اُڑ جانا۔ دل پر خوف کا طاری رہنا۔ سر چکرانے اور ہسٹیریا کا واحد علاج۔ قیمت - ۸ گولیاں پچیس ۲۵ روپے

شفائی
شباکن کے ساتھ اس کا استعمال ملیریا کے پرانے بخاروں کو جڑ سے اکھاڑ دیتا ہے۔ قیمت پچاس گولیاں دو ۲ روپیہ

شباکن
ملیریا کی بہترین دوائی تلی اور جگر کی اصلاح کرتی ہے۔ قیمت سو قرص ۱½ روپیہ

زدجامِ عشق
خالص اور اعلےٰ اجزا سے تیار کردہ مردمی طاقت کی بہترین دوائی۔ قیمت مکمل کورس ۱۲/ روپیہ

دوائی خانہ آبادی
مقوی دل۔ مقوی باہ۔ علاج اٹھرا معین حمل۔ یعنی جن کے ہاں اولاد نہ ہوتی ہو۔ اُن کے لئے اس کا استعمال بیحد مفید ہے۔ قیمت سو گولی دس ۱۰ روپے۔

مجھے مکمل فائدہ تریاق سِل کی استعمال سے ہوا

چوہدری عزیز احمد صاحب محاسب صدر انجمن احمدیہ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ گذشتہ ہوتے دو سال سے بوجہ بیماری تپ دق میں ڈاکٹروں کا علاج کرواتا رہا ہوں۔ پی۔ اے ایس کا کورس بھی مکمل کیا۔ گو اس سے کچھ فائدہ ہوا۔ مگر مکمل فائدہ مجھے تریاق سِل کے استعمال سے ہوا۔ میرے وزن میں آٹھ پونڈ کا اضافہ ہوا۔ اور کھانسی سے بھی مکمل فائدہ ہے قیمت مکمل کورس ۱۲۵/ روپے

معجون فوفل
لیکوریا یعنی سیلان الرحم کا بے نظیر علاج قیمت فی تولہ ۸/

حبوب مروارید عنبری
دماغی کام کرنے والوں کے لئے بیحد مفید۔ دل کو تقویت اور اعصابی کمزوری کو دور کرتی ہے قیمت اسّی گولیاں ۱۶/ روپے

اکسیر نزلہ!
پرانے نزلہ کو جڑ سے اکھیڑ دیتی ہے قیمت ساٹھ گولیاں عہ

دوائی فضلِ الٰہی
اولاد نرینہ کیلئے بینظیر علاج قیمت مکمل کورس ۱۶ تولہ روپے

ملنے کا پتہ:۔ دواخانہ خدمت خلق ربوہ ضلع جھنگ (پاکستان)
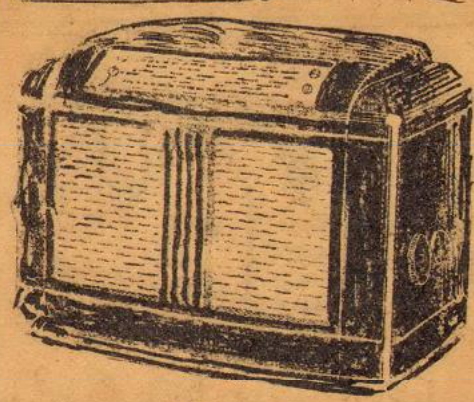
اصحاب احمدؑ جلد دوم
(مرتبہ ملک صلاح الدین صاحب ایم اے درویش قادیان)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ کا یہ مبسوط تذکرہ نہایت شان اور تفصیل کے ساتھ بڑی نفاست اور عمدگی کے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔ اس کی دوسری جلد پریس میں ہے۔ یہ جلد حضرت نواب محمد علی خان صاحب رضی اللہ عنہ کے حالات پر مشتمل ہے۔ اور عنقریب شائع ہو جائے گی۔ جس میں حضرت اقدسؑ کے متعدد غیر مطبوعہ نایاب خطوط۔ حضرت خلیفہ اولؓ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اور حضرت مولوی عبدالکریمؓ وغیرہ کے مکتوبات کے چربے۔ حضرت اقدس کے زمانہ کی غیر مطبوعہ ڈائری۔ حضورؑ کے سفر مالیرکوٹلہ کے متعلق نئی معلومات بہت سی ضروری تصاویر۔ اور نقشے درج کئے گئے ہیں۔ پہلی جلد ہاتھوں ہاتھ نکل گئی۔ دوسری جلد کے لئے فوراً آرڈر بھیجدیں۔ حجم قریباً ۳۵۰ صفحات قیمت ساڑھے تین روپے۔

پتہ:۔ شیخ محمد اسمٰعیل پانی پتی۔ رام گلی ۳۔ لاہور

جلسہ سالانہ پر!
تشریف لانے والے احباب مطلع رہیں کہ ہمارے یہاں سے کراکری۔ سٹیشنری۔ ہوزری۔ خوراکی و زیبائشی سامان و فوٹوگرافی کے لئے ارزاں و اعلےٰ اشیاء دستیاب ہو سکتی ہیں

احمدیہ فیورٹ جنرل سٹور ربوہ

پروپرائٹر:۔ محمد احمد نظام

سستی خوبصورت اور مضبوط سائیکل!
محبوب عالم اینڈ سنز راجپوت سائیکل ورکس نیلا گنبد لاہور سے خرید فرمائیں

جسم کی صحت دماغ کی روشنی

بہت سی بیماریاں بدبوؤں سے پیدا ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اسلام نے بدبودار چیزیں استعمال کرنے یا جسم کو گندہ رکھ کر مسجدوں اور مجلسوں میں آنا منع کیا ہے۔ خوشبوئیں صحت کے لئے اچھی ہوتی ہیں۔ اور بہت سی بیماریوں کا علاج۔ یہی وجہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مساجد اور مجالس میں آنے سے پہلے خوشبو لگانے کا حکم دیا ہے۔ صفائی نہ رکھنا جسم یا کپڑوں کا بدبودار رکھنا نیکی نہیں۔ اگر یہ نیکی ہوتی۔ تو اسلام اس کا حکم دیتا۔ صفائی رکھنا اور خوشبو لگانا عیاشی نہیں اگر ایسا کرنا عیاشی ہوتا۔ تو اسلام اس کا حکم نہ دیتا۔ بیمار ہو کر علاج کرنے سے بہتر ہے۔ کہ انسان بیماری کو آنے سے ہی روکے اور اسکا ایک ہی علاج ہے یعنی صفائی پسندی اور خوشبو کا استعمال۔ خوشبوؤں کے کارخانے عام طور پر ہندوستان میں رہ گئے ہیں

ایسٹرن پرفیومری کمپنی

کے عطر پاکستان میں تیار کئے جاتے ہیں۔ اور ہندوستان سے لائے ہوئے عطروں سے قیمت میں کم ہیں خوشبو میں اچھے ہیں:۔ مختصر فہرست ذیل میں درج ہے:۔

عطر چنبیلی	گلاب	خس	حنا	گل شبو	حنا عنبری
قیمت فی تولہ	قیمت فی تولہ	قیمت فی تولہ	قیمت فی تولہ	قیمت فی تولہ	قیمت فی تولہ
۲۰-۰-۰	۲۰-۰-۰	۱۵-۰-۰	۲۰-۰-۰	۲۰-۰-۰	۲۰-۰-۰
۱۵-۰-۰	۱۵-۰-۰	۸-۰-۰	۱۵-۰-۰	۱۵-۰-۰	۱۵-۰-۰
۸-۰-۰	۸-۰-۰	۵-۰-۰	۸-۰-۰	۸-۰-۰	۸-۰-۰
۵-۰-۰	۵-۰-۰		۵-۰-۰	۵-۰-۰	۵-۰-۰
کرنار	نرگس شہلا	سنجری	شام شیراز	باغ و بہار	موتیا
۱۵-۰-۰	۸-۰-۰	۱۵-۰-۰	۱۵-۰-۰	۱۵-۰-۰	۱۵-۰-۰
۸-۰-۰	۵-۰-۰	۸-۰-۰	۸-۰-۰	۸-۰-۰	۸-۰-۰
۵-۰-۰		۵-۰-۰	۵-۰-۰	۵-۰-۰	۵-۰-۰

جو عطر ہم ۵ روپے تولہ دیتے ہیں۔ وہ دوسرے کارخانوں میں ہندوستان سے آیا ہوا آٹھ روپے تولہ بکتا ہے اور آج آٹھ روپے تولہ دیتے ہیں۔ وہ ۱۲ روپے تولہ بکتا ہے۔ اور جو پندرہ روپے تولہ دیتے ہیں وہ بیس روپے تولہ بکتا ہے اور جو بیس روپے تولہ دیتے ہیں وہ تیس روپے تولہ بکتا ہے۔

سردیوں کے لئے حنا اور شام شیراز کا عطر خاص تحفہ ہیں

سپرٹ کے عطر بھی چنبیلی۔ گلاب۔ خس۔ جوہو۔ او ڈی کلون۔ شامی۔ روز اور باغ۔ بہار اعلیٰ قسم کے ایک روپیہ فی شیشی مل سکتے ہیں۔ حنا و شام شیراز سرما کے خاص عطر ہیں۔

ایسٹرن پرفیومری کمپنی ربوہ ضلع جھنگ (پاکستان)

عرق نور (رجسٹرڈ)

ضعف جگر اور بڑھی ہوئی تلی۔ پرانا بخار اور پرانی کھانسی۔ دائمی قبض۔ درد کمر جسم پر خارش۔ دل کی دھڑکن۔ یرقان۔ کثرت پیشاب۔ اور جوڑوں کے درد کو دور کر کے سچی بھوک پیدا کرتا ہے۔ اپنی مقدار کے برابر خون صالح پیدا کرتا ہے۔ کمزوری اعصاب کو دور کر کے قوت بخشتا ہے۔ عرق نور عورتوں کی جملہ ایام ماہواری کی بے قاعدگی کو دور کر کے قابل اولاد بناتا ہے۔ بانجھ پن اٹھرا کی لاجواب دوا ہے۔

نوٹ:۔ عرق نور کا استعمال صرف بیماروں کے لئے نہیں۔ بلکہ تندرستوں کو آئندہ بہت سی بیماریوں سے بچاتا ہے۔ قیمت فی شیشی یا پیکٹ ۲/۱ روپیہ۔ تین پیکٹ ۷ روپے ۶ پیکٹ تیرہ روپے بارہ پیکٹ ۲۵ روپے علاوہ محصول ڈاک

المشتہر

ڈاکٹر نور بخش اینڈ سنز عرق نور رجسٹرڈ ڈگری (سندھ)

جلسہ سالانہ کی تقریب پر حضرت خلیفۃ المسیح اول کے شاگرد خاص حکیم نظام جان صاحب کی تیار کردہ **حب اٹھرا** (رجسٹرڈ) اور دیگر ادویات مقبولہ قیمتوں پر ملتے ہیں

(۱) سید جلال الدین سیلوفی ربوہ ضلع جھنگ (۲) سٹال مبر ز حکیم نظام جان اینڈ سنز گوجرانوالہ

ریلے سائیکل — فون نمبر ۴۷۸۶ — (دیانت) — قائم شدہ سنہ ۱۹۰۱ء — ہرکولیز سائیکل

ایم موسے اینڈ سنز

سوداگران سائیکل و پرزہ جات نیلہ گنبد انار کلی لاہور

(۱) ہر قسم کے بائیسکل و پرزہ جات تھوک و پرچون خریدنے کے لئے ہماری خدمات حاصل کریں۔

(۲) ہمارا مال ولائیت سے براہ راست درآمد ہوتا ہے اس لئے مقابلتاً ارزاں ہوتا ہے

(۳) بہترین مرمت کا انتظام ہے۔ علاوہ ازیں نکل پلٹنگ کرومیم پلیٹنگ چاندی سونا پلیٹنگ اور ویلڈنگ کا کام ہر قسم کا ہوتا ہے

(۴) ہم متعدد سائیکل پارٹس کے مینوفیکچرز ہیں

فلپس — ھمبر!

کاشانہ جمال!

ربوہ میں اپنی قسم کی صرف یہی دوکان ہے۔ جہاں آپ کو سٹیشنری ہوزری کراکری کٹلری سامان کاسمیٹک یعنی زیبائشی سامان۔ نیز لسکٹ جام مربے چٹنیاں وغیرہ اور گھڑیاں ٹائم پیس کلاک فلمیں کیمرے۔ اٹ فلیٹ چپل سینڈل اور باٹا کا مال باٹا کے اصل ریٹ پر ہمارے ہاں مہیا ہو سکتا ہے۔ ارزاں اور اعلیٰ ہونے کی گارنٹی ہے نیز گھڑیوں کی مرمت کیلئے ہماری خدمات حاصل کریں

المشتہر۔ **احمدیہ ماڈرن سٹور۔ ربوہ**

مبارکباد۔ مبارکباد

خدا کا شکر ہے۔ کہ کتاب مسیح موعود و علمائے زمانہ حصہ اول ۱۰ اربار ہفتم چھپ گئی حصہ دوم ۱۰ ار وسوم ۱۰ ار بعد جلسہ طبع ہوگی۔ یہ کتاب حضرت مسیح موعودؑ کے حکم سے لکھی گئی اس سے ہزارہا افراد کو ہدایت ہوئی غیر احمدیوں کے تمام اعتراضات کو ہمزاد اتوڑا گیا ہے۔ عبارت ایسی سلیس کہ عورتوں اور بچوں کو بآسانی سمجھ آتی ہے سطلبا۔ مڈل وہائی کے لئے تیار ہوئی ہے۔ جماعت کے ہر سال رہیں گا۔ پتہ ربوہ اور بھلوال سے ملے گی۔

مرزا عبدالرحمٰن بی۔ اے دھرسنگھ بھلوال ضلع سرگودھا!

حب اٹھرا (رجسٹرڈ):۔ اسقاط حمل کا مجرب علاج فی تولہ ڈیڑھ روپیہ ۸/۱ مکمل خوراک گیارہ تولے پونے چودہ روپے ۱۲/۱۳:۔ حکیم نظام جان اینڈ سنز گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

خدا تعالےٰ کی بیش بہا نعمت آپکی صحت

دواخانہ نور الدینؓ کی ادویہ سے اس کی حفاظت کریں

قرآن شریف اور احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن اور مومنہ کا جسم اور تندرست جسم بھی خدا وند تعالےٰ کی بڑی نعمت ہے۔ طالوت کے متعلق فرمایا زادہ اللہ بسطۃ فی العلم والجسم کہ اللہ تعالےٰ نے طالوت کو علم بھی دیا اور صحت جسمانی بھی۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا "ولجسمک علیک حق"۔ تیرے جسم کا بھی تجھ پر حق ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ نے جماعت کی جو مسیح موعود کی امانت تھی۔ نہ صرف روحانی تربیت فرمائی۔ بلکہ جسمانی صحت کی بحالی کا بھی خیال رکھا۔ اور آج بھی بہتیرے ہم میں سے ایسے ہیں۔ جو آپ کی معجزانہ طبی معالجات کے زندہ گواہ ہیں۔

سالہائے گزشتہ کی طرح اس سال بھی احباب بھی خدمت کے لئے دواخانہ نور الدینؓ معہ اپنے لوازمات طبیہ کے مرکز سلسلہ میں جلسہ کے دنوں میں آگیا ہے۔ جو احباب دور دراز ملکوں سے دواخانہ نور الدینؓ واقع جودھامل بلڈنگ سے دوا طلب فرماتے یا خط وکتابت کے ذریعہ مشورہ طبی کرتے ہیں۔ ان کے لئے یہ بہترین موقعہ ہے کہ وہ مشورہ طبی اور تازہ بتازہ دواؤں کے حصول سے فائدہ اٹھائیں۔

مردانہ اور زنانہ مریضوں کے لئے الگ الگ انتظامات ہیں۔ خواتین خانہ خلیفۂ اولؓ نصرت گرلز ہائی سکول سے اپنی مطلوبہ دوائیں لے سکتی ہیں۔ یا مشورہ حاصل کر سکتی ہیں اسی طرح احباب احمدیہ بازار سے دواخانہ نور الدینؓ کی تیار شدہ مشہور و معروف وتیر بہدف ادویات لے سکتے ہیں۔ نیز صحیح طبی مشورہ بھی انہیں دیا جا سکتا ہے۔

امید ہے کہ احباب سالہائے گزشتہ کی طرح اس نادر موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دینگے۔

تریاق اٹھرا

اٹھرا کسے کہتے ہیں؟ جن عورتوں کے حمل گر جاتے ہیں اور مردہ بچے پیدا ہوتے ہیں۔ لڑکیاں زندہ رہتی ہیں اور لڑکے فوت ہو جاتے ہیں یا پیدا ہو کر مندرجہ ذیل بیماریوں سے فوت ہو جاتے ہیں۔ جسم پر پھوڑے پھنسیاں۔ سُرخ دھبے۔ دست۔ قے۔ نمونیا۔ بخار وغیرہ۔ تریاق اٹھرا اس مرض کے لئے اکسیر ہے۔ قیمت فی شیشی ۱۰۰ گولی ۲/۸ روپے مکمل کورس ۲۵ روپے (تریاق اٹھرا پر ہمارا رسالہ ایک کارڈ لکھ کر مفت طلب فرمائیں)

سرمہ مبارک ——— اپنی آنکھوں کی حفاظت کریں

نسخۂ مبارک حضرت حافظ حاجی حکیم الامت مولانا نور الدینؓ بھیروی ثم قادیانی خلیفۂ اولؓ یہ سرمہ آنکھوں کی مندرجہ ذیل امراض میں اکسیر ہے۔ ککرے۔ آنکھیں دکھنا۔ آنکھوں کی سرخی۔ چھپروں کی خارش۔ چھپروں پر دانے نکل آنا۔ گوہانجنی پلکوں کا جھڑنا۔ ابتدا موتیا بند۔ پھولا۔ ناخنہ۔ جٹہ۔ جالا۔ آنکھوں میں درد ہونا۔ آنکھوں میں ریت اور مٹی کا احساس۔ آنکھ کے زخم۔ پانی بہنا۔ آنکھوں کی کمزوری وغیرہ۔ قیمت فی تولہ ۲/۸ روپے آدھی شیشی ۱/۴ (سرمہ مبارک پر رسالہ ایک خط لکھ کر ہم سے مفت منگوائیں۔

خون صاف کرنے کی عجیب دوا ——— صندلین

معدہ اور جگر کی اصلاح کرتی ہے۔ خون پیدا کرتی ہے خون صاف کرتی ہے۔ دل کو طاقت دیتی ہے دست آنا۔ جسم کے کسی حصہ کا سو جانا۔ پنڈلیوں میں درد۔ کندھوں کے درمیان درد۔ تھکان۔ جسمانی کمزوری۔ جسم پر پھوڑے پھنسیوں کا پیدا ہونا۔ بچوں کے کان بہنا۔ بچوں کا سوکھا۔ لاغری۔ عورتوں کے ایام حیض کی خرابیاں۔ اٹھرا۔ اولاد نہ ہونا۔ مردوں کی جسمانی کمزوری کے لئے حد درجہ مفید ہے (ہم نے اس دوا پر ایک رسالہ شائع کیا ہے) صندلین کے دوران استعمال میں قبض نہ ہو۔ اگر قبض ہو۔ تو اسپغول کا چھلکا ایک تولہ پانی یا شربت کے ساتھ استعمال کریں۔

(نوٹ) ایک خط لکھ کر رسالہ "صندلین" ہم سے مفت منگوائیں۔

اعصابی جسمانی یا دماغی کمزوری کا بہترین علاج ——— مرکب افنتین

اگر آپ اعصابی۔ جسمانی یا دماغی کمزوری میں مبتلا ہیں۔ تو آپ کو مرکب افنتین۔ سے نئی خوشی اور صحت نصیب ہوگی۔ اس سے غدودوں کی اپریشن کی نسبت طاقت وقوت۔ جلد بحال ہو جاتی ہے۔ یہ دنیا بھر میں بحالیٔ طاقت کی بہترین دوا ہے۔ اس سے آپ کی دماغی قوت حافظہ اور بینائی حیران کن حد تک بڑھ جاتی ہے۔ غدودوں اور طاقت کو بحال کرنے والی دوا آپ کو طاقت سے بھرپور بنا دے گی۔ پچاس سال سے کچھ زیادہ عرصہ سے یہ مشہور دوا ہر اس قسم کی درد کو دور کر دیتی ہے۔ جو بدہضمی۔ قبض۔ خرابیٔ جگر بادی اور معدہ کی دیگر شکایات سے پیدا ہوتا ہے۔ (قیمت ایک موٹی پیکٹ ایک ماہ کے لئے صرف چار روپے۔

قرص خاص

پٹھوں کو طاقت دیتی ہے مردانہ کمزوری کا شافی علاج ہے۔ خرابیٔ معدہ کے لئے بھی مفید ہے اس کے ساتھ محلول خاص کا استعمال سونے پر سہاگہ کا کام دیتا ہے۔ قیمت ۱۰۰ ٹکیہ ۶ روپے ۵۰ ٹکیہ ۳/۱۲ روپے

محلول خاص

اعصاب کو طاقت دیتی ہے۔ مردانہ کمزوری کو دور کرتی ہے۔ قبض اور زیادتی پیشاب کا شافی علاج ہے۔ قیمت ایک بوتل دس روپے نصف ۵/۴ روپے

قرص جواہر

مردانہ طاقت کا کم ہونا۔ کمزوری بدن کمی خون۔ جوڑوں کے درد۔ سانس کا پھول جانا۔ کمزوری دماغ ذیابیطس کے لئے مفید ہے۔ قیمت ۶۰ ٹکیہ ۶ روپے ۳۰ ٹکیہ ۳/۴ روپے

زدجام عشق

یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہامی نسخہ ہے۔ اعصاب اور پٹھوں کو طاقت دیتا ہے۔ قوت کی بہترین دوا ہے۔ قیمت کورس ایک ماہ ۱۵ روپے

اولاد نرینہ

حمل کی حالت میں اس دوا کے استعمال سے بفضلہ لڑکا پیدا ہوتا ہے۔ ننانوے فی صدی مجرب ہے قیمت مکمل کورس ۲۰ روپے

قرص شفا

انفلوئنزا۔ زکام۔ کھانسی۔ بخار۔ دل دھڑکنا۔ جملہ امراض میں مفید ہے۔ قیمت ۱۰۰ گولی ۴ روپے ۵۰ گولی دو روپے ۴ آنے

اکسیر جگر

ضعف جگر۔ خون کی کمی اور بخار کے بعد کی کمزوری۔ دھڑکا۔ گرمی۔ سانس پھول جانا۔ پتھری۔ پیشاب کا رک کر آنا۔ قبض کو مفید ہے۔ قیمت ۱۰۰ ٹکیہ ۴ روپے ۵۰ ٹکیہ ۲/۴ روپے

ملنے کا پتہ: دواخانہ نور الدینؓ جودھامل بلڈنگ لاہور

296

حضرت امیر المومنین میرزا بشیرالدین محمود احمد المصلح الموعود
خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

دور او چوں شود تمام بکام   پسرش یادگار مے بینم